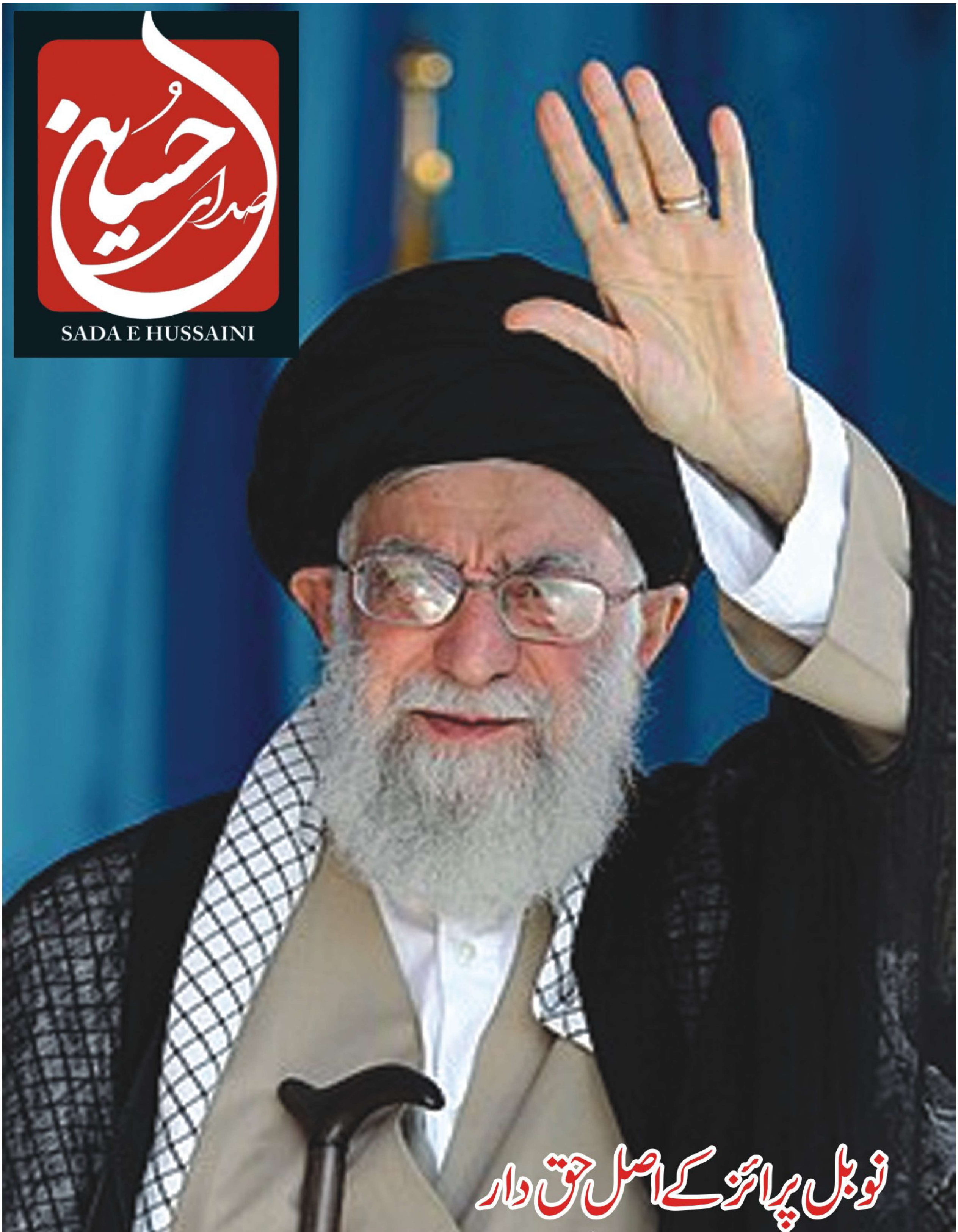

RNI No. APURD/2007/22816 Vol : 18 Issue : 08 Hyderabad. T.G. India. August 2025 Pages : 40 Rs. 10/-

مجلس عزااورسنگ مرقدامام حسین علیہ السلام کی زیارت پر عباسیہ اسلامک سنٹر(جعفرگلشن)میں خصوصی محفلِ

عباسیہ اسلامک سنٹر(جعفرگلشن)نزدمسجدآمینہ یوسف امان نگر(A)میں آج مجلسِ عزاسیدالشہدااور'ایستادگی تبرکِ سنگِ مرقدِامام حسینؑ' کے بابرکت عنوان سے روح پرورمحفل منعقدہوئی مجلس کا آغاز تلاوت کلام پاک اوردعائے توصل سے ہوا۔اس مجلس ومحفل میں مومنین کی بڑی تعداد نے شرکت کرتے ہوئے مولاحسین سے تجدیدِعہدوفاکیا۔مجلس سے حجۃ الاسلام والمسلمین مولاناسیدتقی رضاعابدی، حجۃ الاسلام آغامنور، حجۃ الاسلام مولانا سیدشجیع مختار، حجۃ الاسلام مرزاعلمدارعلی، حجۃ الاسلام سیدضیاحسین جعفری نے پراثرخطابات میں واقعہ کربلاکی روشنی میں امام حسینؑ کی قربانی،صبرواستقامت اورانسانیت کے لیےان کے پیغام کو اجاگرکیے۔مجلس میں شرکت فرماعلمااکرام ومومنین نےسنگِ مرقدِ امام حسینؑ کی زیارت کاشرف حاصل کیاپروگرام کااختتام دعائے سلامتی وتعظیم سنگِ مرقدِامام حسینؑ کےساتھ ہوا۔مومنین کیلئے یہ مجلس ایمانی حرارت سے بھرپور، بابرکت اور روحانی تجدید کا ذریعہ رہی۔بعدازپروگرام حجۃ الاسلام مولاناسیدضیاحسین جعفری کی اقتدانمازمغرب اداکی گئی۔حجۃ السلام مولاناسیدتقی رضاعابدی صاحب کی اقتدامیں نمازعشااداکی گئی۔جناب سیدجعفرحسین و فرزندان(ادارہ صدائےحسینی)نےحاضرین سےاظہارتشکرکیا۔

SADA E HUSSAINI
August 2025
Volume : 18 Issue : 7 Page : 40

اداریہ

یکطرفہ مغربی انحصار کا خمیازہ!

چارلس ڈکنز کے مشہور ناول اے ٹیل آف ٹوسٹیز کا ابتدائی جملہ ہے - یہ بہترین دور تھا۔ کچھ یہی مثال ہندوستان اور امریکہ کے تعلقات پر بھی صادق آتی ہے، جہاں دوشہروں کی کہانی کے بجائے دوملکوں کی کہانی ہے۔ یہ بہترین وقت تھا، جب ڈاکٹر منموہن سنگھ ہندوستان کے وزیر اعظم تھے۔ اور اب یہ بدترین وقت ہے، جب نریندر مودی ہندوستانی ریاست کے پردھان سیوک ہیں۔

نریندر مودی کی امریکہ سے محبت پرانی ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ کشش ان کے لڑکپن سے ہے اور بعض کے مطابق 1993 میں امریکی وزارتِ خارجہ کے زیرِ اہتمام نوجوان قائدین کے ایک پروگرام میں شرکت کے بعد پیدا ہوئی۔ امریکہ کی جانب ان کا جھکا اتنا شدید تھا کہ 2002 کے گجرات فسادات میں ان کے مبینہ کردار کی بنیاد پر دس برس تک ویزہ پابندی کو بھی انہوں نے قابلِ توجہ نہ سمجھا۔

2014 میں مرکز میں اقتدار سنبھالنے کے چند ہی ماہ بعد مودی صاحب فوراً امریکہ پہنچے اور وہاں امریکی صدور سے بغلگیر ہونے کا ایسا سلسلہ شروع ہوا جیسے وہ سب ان کے دیرینہ رفیق ہوں۔ بارک اوباما نے شائستگی کے ساتھ اشارہ دیا کہ مودی نے گاندھیائی اصولوں کو چھوڑ دیا ہے، جب کہ جو بائیڈن نے نسبتاً محتاط اور تحفظ پسندانہ رویہ اپنایا۔ ڈونلڈ ٹرمپ نے اپنے پہلے دور میں مودی کے بے جا جوش کو برداشت کیا لیکن مئی 2020 میں جب چینی فوجی ایل اے سی عبور کر کے ہندوستانی علاقے میں داخل ہوئے، تب ٹرمپ نے نہ تو کواڈ کو فعال کیا اور نہ ہی کھل کر ہندوستان کی حمایت کی۔ اس کے بجائے انہوں نے چین اور ہندوستان کے درمیان ثالثی کی پیشکش کی۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ٹرمپ اپنے دوسرے دور میں مودی کے دوست نہیں رہے۔ جب وہ مودی کو اچھا دوست کہتے ہیں، تو اس میں سفارتی چالاکی اور دوہرا پن جھلکتا ہے۔ ٹرمپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ مودی کی گھبرائی ہوئی مسکراہٹ اور انکساری جلد ہی جھکنے میں بدل جائے گی۔

حال ہی میں، 30 جولائی کو ٹرمپ نے اپنے پلیٹ فارم ٹروتھ سوشل پر لکھا، ہندوستان ہمارا دوست ہے مگر کئی برسوں سے ہمارا تجارتی توازن منفی رہا ہے کیونکہ وہاں کے ٹیرف دنیا میں سب سے زیادہ ہیں۔ سخت غیر مالیاتی تجارتی پابندیاں بھی عائد ہیں۔ اس کے علاوہ، وہ ہمیشہ سے اپنا زیادہ تر عسکری ساز وسامان روس سے خریدتے آئے ہیں اور توانائی کے بڑے خریدار بھی روس و چین کے ساتھ ہیں، ایسے وقت میں جب پوری دنیا چاہتی ہے کہ روس یوکرین میں قتل عام بند کرے۔ یہ سب کچھ ٹھیک نہیں ہے۔ لہذا، ہندوستان کو یکم اگست سے 25 فیصد ٹیرف اور مذکورہ بالا وجوہات پر جرمانہ ادا کرنا ہوگا۔ شکریہ، ماگا!

یقیناً، مودی حکومت کے لیے امریکہ کی طرف دوڑ کر جانا، جیسا کہ فروری میں ہوا، کوئی فائدہ نہ دے سکا۔ اب ان کے حکام امریکی ہم منصبوں سے نظرثانی کی اپیل کریں گے اور ٹرمپ کو خوش کرنے کے لیے رعایتوں کی پیشکش کریں گے۔ اگر ٹرمپ کا بیان محض دباؤ ڈالنے کا حربہ ثابت ہوتا ہے تو شاید بات بن جائے، ورنہ یہ ہندوستانی معیشت پر کاری ضرب ہوگی۔

سوال یہ ہے کہ ہندوستان کا متبادل کیا ہوگا؟ 2024 میں امریکہ ہندوستان کا سب سے بڑا تجارتی شراکت دار تھا، اس کے بعد چین، متحدہ عرب امارات، سنگاپور، سعودی عرب، روس، ہانگ کانگ، جرمنی، انڈونیشیا اور عراق شامل ہیں۔ چین کے ساتھ برآمدات بڑھانا ممکن نہیں، کیونکہ وہ نہ صرف خود شدید حد تک تحفظ پسند ہے بلکہ آپریشن سندور کے دوران پاکستان کی کھلم کھلا حمایت بھی کر چکا ہے۔ ایسے میں چینی منڈی سے رسائی کی توقع بے سود ہے۔ افسوسناک پہلو یہ ہے کہ وزیر خارجہ ایس جے شنکر آج بھی چین سے مانسرور یاترا کی بحالی کی اپیل کر رہے ہیں۔

سرپرست :
مولانا سید تقی رضا عابدی
چیف ایڈیٹر
مولانا سید ضیاء حسین

Patron :
Moulana Syed Taqi Raza Abedi
Chief Editor :
Moulana Syed Zia Hussain

Editor, Owner, Printer, Publisher By Syed Jaffer Hussain H.No. 18-7299/129, Moula Ka Chilla,
Aman Nagar (A), Yakuthpura, Hyderabad. T.S. 500 023.
Prinetd at Great Graphic,Chatta Bazar, Hyd. T.S. 500 023.

مضامین یا مراسلوں سے ماہنامہ صدائے حسینی کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔ سبھی طرح کی تنازعات کا نپٹارا صرف حیدرآباد کی عدالت میں ہوگا۔

روح اربعین

تحریر: مولانا سید ظفر عباس رضوی

امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

’لـو یعـلـم الناس ما فِی زِیارِ قبرِ الحسینِ مِن الـفضلِ لماتوا شوقا‘ (کامل الزیارات ص 142 ناشر۔ دار المرتضویہ نجف اشرف) ’اگر لوگوں کو پتہ چل جائے کہ امام حسین علیہ السلام کی زیارت کی کیا فضیلت اور مرتبہ ہے تو زیارت کے شوق میں مرجاتے‘

واقعا اگر کوئی یہ دیکھنا چاہتا ہے کہ لوگ کس طریقہ سے امام حسینؑ کی زیارت کیلئے تڑپتے ہیں اور ان کے اندر کتنا شوق پایا جاتا ہے تو اسے خدا سے دعا کرنا چاہیئے کہ خدا اسے امام حسین علیہ السلام کی زیارت کی توفیق دیدے خاص طور سے اربعین میں امامؑ کی زیارت کی توفیق عطا کردے۔

اربعین کے سلسلہ سے جتنا بھی لکھا جائے اور بیان کیا جائے کم ہے بلکہ ایسے ہی ہے جیسے سمندر کے پانی کے مقابلہ میں ایک قطرہ، اسلئے کہ اربعین ایک ایسا اجتماع ہے جسے عقل انسان بھی آسانی سے سمجھ نہیں سکتی، وہ جگہیں جہاں پہ عقل کام نہیں کرتی اور عقل کی درک ان تک نہیں پہنچ سکتی اور عقل کے ذریعہ سے جنھیں ثابت بھی نہیں کیا جا سکتا جیسے، برزخ، معاد اور قیامت وغیرہ، اسی طریقہ سے اربعین کو بھی عقل کے ذریعہ سے ثابت نہیں کیا جا سکتا اس لئے کہ اربعین ایک ایسا موقع ہے جہاں پہ دنیا والوں کی عقلیں حیران و پریشان ہیں اور لوگ مبہوت ہو جاتے ہیں کہ آخر یہ اربعین ہے کیا، کہ لوگ جس میں جانے کیلئے بیتاب و بے قرار رہتے ہیں اور ہر طرح کی مشکلات کو برداشت کرنے کیلئے آمادہ رہتے ہیں، اربعین حسینی میں ہر چیز غور کرنے اور توجہ کرنے کی ہوتی ہے اور ساتھ ہی ساتھ انسان کیلئے درس بھی ہوتی ہے، لیکن اگر یہ کہا جائے کہ جو چیز اربعین کی روح اور جان ہے وہ مشی (پیدل چلنا) ہے ویسے تو جو مومنین زمینی راستہ سے جاتے ہیں جیسے ایران، پاکستان اور دوسرے ممالک کے لوگ ان کی زحمت تو انکے گھر سے نکلتے ہی شروع ہو جاتی ہے خاص طور سے جب باڈر پہ پہنچتے ہیں، اسلئے کہ باڈر پہ گھنٹوں صف میں کھڑے ہونا اور دوسری چیزوں کی مشقتوں کو برداشت کرنا آسان نہیں ہوتا، بہت ہی صبر و حوصلہ اور ہمت کی ضرورت ہوتی ہے، اور اربعین کا سفر صبر و حوصلہ اور عزم و ارادہ ہی کا سفر ہے،

واقعا اس پیادہ روی میں کیسا مزہ، کتنا عشق، کتنی معرفت، کس قدر درس و عبرت، آزمائش و امتحان، عزم و حوصلہ اور جوش و ولولہ پایا جاتا ہے، اس چیز کو بیان کرنا سخت ہے لیکن حس کرنا زیادہ آسان ہے، اور اگر انسان خود اس میں شرکت کرے تو بہتر طریقہ سے اس کو درک کر سکتا ہے، اگر ذرا سا بھی معرفت

اور ایمان اسکے اندر پایا جاتا ہوگا تو محسوس کرلے گا یہ پیدل چلنا کتنی بڑی توفیق اور سعادت کی بات ہے، اور کتنے زیادہ درس ہیں اس پیدل چلنے میں، یہ پیدل چلنا ایک بہترین موقع اور فرصت ہوتی ہے انسان کو اپنے آپکو سنوارنے اور نکھارنے کا، پیادہ روی بہترین موقع ہے تزکیہ نفس، عفو و درگذر، ایثار و اخلاص و بندگی، عرفان و سیر و سلوک، گناہوں سے توبہ کرنے، اور حسینی بننے کا، اسلئے کہ تقریبا پوری دنیا کے لوگ اس میں جمع ہوتے ہیں، جس طریقہ سے لوگ ملک اور سرزمین کے اعتبار سے جدا ہوتے ہیں اسی طریقہ سے تہذیب وثقافت اور کلچر کے اعتبار سے بھی ایکدوسرے سے جدا اور الگ ہوتے ہیں، اس کے باوجود بھی کسی طرح کا اختلاف دیکھنے کو نہیں ملتا، آج دنیا میں دوسری قومیں اور دوسرے مذہب و ملت کے لوگ پروگرام کرتے ہیں اور بعض کے یہاں پیدل چلنا بھی ہے لیکن اس پیدل چلنے میں کیا کیا نہیں کرتے، فتنہ وفساد قتل و غارت گری سب کچھ کرتے ہیں دین اور مذہب کے نام پہ، لیکن ہماری جانیں قربان ہو جائیں امام حسین علیہ السلام کے عاشقوں پہ کہ ذرا سا بھی دوسروں کو اذیت نہیں ہونے دیتے بلکہ دوسروں کی مدد اور خدمت ہی کرتے ہیں خود کو اذیت و پریشانی ہو تو کچھ نہیں کہتے لیکن دوسروں کو پریشان نہیں کرتے اور ہونا بھی یہی چاہیئے، لیکن دوسرے مذاہب میں عام طور سے جو پیادہ روی ہوتی ہے اس میں فتنہ وفساد، بے حیائی و بے غیرتی اور قتل و غارت گری ہوتی ہے، کہتے ہیں کہ اس میں جو شرکت کرنے والے ہوتے ہیں وہ جاہل، گنوار، بے ادب و بے تربیت ہوتے ہیں، جن کی وجہ سے ساری مشکلیں پیش آتی ہیں، لیکن اربعین میں پیادہ روی کرنے کے لئے بڑے بڑے لوگ اور بڑی شخصیتیں شامل ہوتی ہیں، اور جو جتنی بڑی شخصیت ہوتا ہے وہ اتنا ہی زیادہ متواضع اور معرفت سے سرشار ہوتا ہے، اور جو لوگ کسی مشکل کی وجہ سے شامل نہیں ہو پاتے وہ حسرت کرتے ہیں کہ کاش ہم بھی شامل ہوتے، رہبر انقلاب اسلامی ایران جیسی شخصیت حسرت کرتی ہے کہ کاش ہم بھی اس عظیم نعمت میں شرکت کرتے۔

واقعا اربعین کی یہ پیادہ روی، پیدل چلنا، ایک عظیم سرمایہ اور بہت بڑی نعمت ہے جسے خدا نے ہم کو عطا کیا ہے، ویسے تو تقریبا پوری دنیا اور دوسرے مذاہب کے لوگ بھی اس میں شامل ہوتے ہیں اور وہ خاص طور سے دیکھنا چاہتے ہیں کہ آخر یہ اربعین ہے کیا اسے دیکھیں تو سہی، اس عظیم نعمت اور توفیق کیلئے جتنا بھی خدا کا شکر ادا کیا جائے کم ہے کہ اس نے شیعیان اور محبان اہل بیتؑ کو اس عظیم نعمت سے نوازا ہے۔

خداوند عالم کا جتنا بھی شکر ادا کریں کم ہے کہ اس نے یہ توفیق دی کہ اس سلسلہ میں کچھ لکھوں، کسی چیز کو حس کر کے اور درک کر کے لکھنے اور بیان کرنے کا مزہ ہی کچھ اور ہوتا ہے۔

آخر میں خداوند عالم سے دعا ہے کہ خدا محمدؐ و آل محمدؐ کے صدقہ میں خاص طور سے امام حسین علیہ السلام کے صدقہ میں توفیق عنایت فرمائے کہ ہم لوگ زیادہ سے زیادہ اس عظیم نعمت اور سرمایہ کو معرفت کیساتھ درک کر سکیں، اور تمام مومنین کو خاص طور سے ان لوگوں کو جو ابھی تک امام حسینؑ کی زیارت پہ نہیں جا سکے ہیں انھیں امامؑ کی زیارت خاص طور سے اس سال اربعین میں جانے کی توفیق عطا فرمائے

https://ur.hawzahnews.com/news/372605

اربعین امام حسینؑ: ظلم کیخلاف عالمی شعور اور امت کی رہنمائی

تحریر: سید شجاعت علی کاظمی

تاریخ انسانی میں بعض واقعات صرف وقتی اثرات کے حامل نہیں ہوتے، بلکہ وہ نسلوں کے ضمیر کو جھنجھوڑتے، اور تہذیبوں کی روح کو بیدار کرتے ہیں۔ کربلا ایسا ہی ایک واقعہ ہے، اور اس کی چالیسویں کا دن 'اربعین امام حسینؑ' وہ لمحہ تجدید ہے جو ہر برس دنیا کو یاد دلاتا ہے کہ حق کی آواز کو نہ دبایا جا سکتا ہے اور نہ ہی مٹایا جا سکتا۔

اربعین محض ایک تعزیہ نہیں، بلکہ ایک فکری قیام، روحانی بیداری، اور عالمی شعور کا نام ہے۔ جب کروڑوں عاشقانِ امام حسینؑ نجف سے کربلا تک کا پیدل سفر طے کرتے ہیں تو وہ فقط ایک راستہ نہیں ناپتے، بلکہ صدیوں پر محیط باطل کے خلاف عشق و حریت کا اعلان کرتے ہیں۔

اربعین کی اصل روح، وہ قافلہ ہے جو کربلا کی خاک پر شہیدوں کی قربانی کے بعد، اسارت کی زنجیروں میں بندھا ہوا، مگر ایمان و عزیمت سے لبریز، امام حسینؑ کے پیغام کو درباروں اور زمانوں تک پہنچانے کے لیے روانہ ہوا۔ اس قافلے کی قیادت حضرت زینبؑ اور امام سجادؑ کے ہاتھ میں تھی، اور اسی قافلے کی واپسی کے لمحے کو 'اربعین' کہا گیا ایک لمحہ، جو آج ایک تحریک بن چکا ہے۔

یہ تحریک اب محض ایک مسلک یا خطے کی نمائندہ نہیں، بلکہ ہر اس دل کی پکار ہے جو ظلم سے بیزار، اور عدل کا متلاشی ہے۔ نجف و کربلا سے اٹھنے والی صدائیں اب دنیا کے ہر بیدار ذہن میں گونج رہی ہیں۔ مشرق و مغرب کے ثقافتی تنوع، فکری اختلاف، اور لسانی فرق کے باوجود اربعین ایک ایسا پیغام بن گیا ہے جو سب کو جوڑتا ہے، بانٹتا نہیں۔

آج کے استکباری نظام، جو قوموں کی آزادی کو دبانے، شعور کو مسخ کرنے، اور عدل کی صداں کو خاموش کرنے پر تلے ہوئے ہیں، اربعین ان کے خلاف ایک غیر عسکری مگر گہرے فکری محاذ کی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔ ظلم کی مختلف شکلیں، خواہ وہ استعماری ممالک کی فوجی جارحیت ہو، اقتصادی جبر، یا میڈیا کے ذریعے ذہنی غلامی، اربعین ان سب کے خلاف خاموش مگر بھرپور اعلانِ انکار ہے۔

یہ اجتماع، جس میں مختلف ادیان، مذاہب، اور تہذیبوں سے تعلق رکھنے والے افراد بے لوث خدمت اور عقیدت کیساتھ شریک ہوتے ہیں، یہ باور کراتا ہے کہ حسینی پیغام انسانی ضمیر کا مشترکہ ورثہ بن چکا ہے۔ اربعین ہمیں یاد دلاتی ہے کہ انسانیت کی نجات فقط خطبات یا قراردادوں سے نہیں، بلکہ قربانی، صداقت، استقامت، اور شعور کی روشنی سے ممکن ہے۔

یہی وہ لمحہ ہے جہاں اسلامی مسالک کی وحدت ایک زندہ حقیقت کے طور پر نمایاں ہوتی ہے۔ اربعین کے کاروان میں نہ کوئی شیعہ ہے، نہ سنی؛ نہ کوئی عرب، نہ عجم؛ نہ کوئی عالم، نہ عوام سب 'لبیک یا حسین' کے نعرے کے تحت صف بستہ ہوتے ہیں۔ یہی وحدت، امتِ مسلمہ کا وہ خواب ہے جو صدیوں سے تعبیر چاہتا ہے اور امام حسینؑ کے عشق میں یہ تعبیر آج حقیقت کا روپ دھار رہی ہے۔

اربعین کا عالمی مظہر اس حقیقت کو مزید تقویت دیتا ہے کہ دنیا میں ظلم کے خلاف ایک بین الاقوامی ضمیر بیدار ہو چکا ہے۔ اس ضمیر کو زبان، نسل، رنگ اور عقیدہ محدود نہیں کر سکتا۔ یہ ضمیر ہر اس انسان میں دھڑکتا ہے جو عدل کا خواہاں اور ظلم کا منکر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اربعین اب صرف ایک دینی اجتماع نہیں بلکہ عالمی انصاف، انسانی اقدار، اور باطل نظاموں کے خلاف اجتماعی مزاحمت کی تحریک ہے۔

اربعین ہمیں دعوت دیتا ہے کہ ہم فقط زائر نہ رہیں، بلکہ فکرِ امام حسین کے راہرو بنیں؛ ہم مظلوم کے ساتھ صرف ہمدردی نہ کریں، بلکہ ان کے حق میں کھڑے بھی ہوں؛ ہم ظلم کی مذمت نہ صرف زبان سے کریں، بلکہ ہر سطح پر اس کا نظریاتی، اخلاقی اور عملی انکار کریں۔

امام حسینؑ نے فرمایا تھا: 'مثلی لا یبایع مثلہ' یعنی "میرے جیسے، یزید جیسے کی بیعت نہیں کر سکتے'۔

آج کا اربعین ہمیں یاد دلاتا ہے کہ حسینی بننے کا دعوی، یزیدی نظاموں سے لاتعلقی کا تقاضا کرتا ہے۔ وہ فکر جو امام حسینؑ کی محبت کے نام پر خاموشی، بے عملی یا مفاہمت کو ترجیح دے، درحقیقت حسینؑ کی فکر سے خیانت کر رہی ہے۔

آیئے ! ہم اربعین کو صرف ایک سفر نہ بنائیں، بلکہ اسے اپنے باطن کی تجدید، امت کی وحدت، اور عالمی عدل کی جستجو کا ذریعہ بنائیں۔ یہی حسینؑ کا راستہ ہے اور یہی اربعین کی اصل روح۔

اربعین حسینی: آہنگ عشق میں انعکاس الوہیت

امام حسین علیہ السلام کی زیارت کی بہت زیادہ فضیلت ہے۔ چاہے روزِ عاشورا ہو یا روزِ عرفہ ہو، پندرہ شعبان ہو یا کوئی اور عام دن، زیارتِ امام حسین علیہ السلام پڑھنے کی خاص تاکید ہوئی ہے۔

لیکن اربعین حسینی پر خصوصی طور پر زیارت کا اہتمام کرنے کا ہدف کیا ہے؟ کیا صرف حرمِ مطہر کی زیارت کرنا ہی مقصد ہے یا کوئی اور بلندتر ہدف بھی ہے؟

اگر ایک جملے میں بیان کریں تو اربعین حسینی پر اتنے بڑے اہتمام سے زیارت کے لیے جانے کا مقصد، خدا اور امام حسین علیہ السلام کے درمیان موجود ربط و تعلق کا مشاہدہ کرنا ہے۔

یہ کہاں سے معلوم ہوتا ہے؟ یہ ہدف امام جعفر صادق علیہ السلام کی ایک حدیث سے ظاہر ہوتا ہے۔ امام فرماتے ہیں: من زار الحسین نما زار اللہ فی عرشِہِ (جس نے حسین کی زیارت کی، گویا اس نے عرشِ الٰہی پر خدا کی زیارت کی)۔

یہ حدیث الفاظ کے معمولی اختلاف کے ساتھ کئی معتبر منابع میں آئی ہے، لیکن کتابِ کامل الزیارات میں یہ حدیث صحیح السند کے ساتھ ذکر ہوئی ہے۔

'عرش' کا لغوی معنی 'کرسی' اور 'تخت' کے ہیں، جو کہ کنای اقتدار اور قدرت کے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔ اس حدیث کا مطلب یہ بنتا ہے کہ جو کوئی امام حسین علیہ السلام کی زیارت کرتا ہے، وہ زیارت اس کے لیے خدا کی قدرت کا مشاہدہ بن جاتی ہے۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر ہم تاریخ کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ امام حسینؑ کو ایک بے آب و گیاہ بیابان میں شہید کیا گیا، وہ بھی حکومتِ وقت کے ہاتھوں، اور شہادت کے بعد عصرِ عاشورا شہدا کے جنازوں کو پامال کیا گیا۔

یہ عرب معاشرے کا رواج تھا کہ جب کوئی جنگ میں سو فیصد فتح کا اعلان کرتا تو دشمنوں کے جنازوں کو پامال کرتا تھا، تاکہ یہ پیغام دے سکے کہ مخالفین کو روند کر رکھ دیا گیا ہے۔

اب اس وقت نہ پرنٹ میڈیا تھا، نہ الیکٹرانک میڈیا، نہ سوشل میڈیا۔ اگر کچھ تھا بھی تو وہ حکومتِ وقت کے کنٹرول میں تھا۔ لہٰذا اگر ہم صرف مادی و دنیوی زاویے سے دیکھیں تو ذکرِ امام تو دور، امام کی قبر کا نشان بھی باقی نہیں رہنا چاہیے تھا، کیونکہ جنگ کسی شہر میں نہیں بلکہ ایک لق و دق صحرا میں ہوئی تھی اور دشمن نے لاشوں کو پامال کرکے لوٹ جانا ہی کافی سمجھا۔ ایسی صورت میں نہ کوئی خبر باقی رہنی چاہیے تھی، نہ کوئی روایت۔ لیکن آج جب ہم اربعین پر زیارت کے لیے جاتے ہیں، اور یہ اتنا بڑا، پرشکوہ اجتماع دیکھتے ہیں، تو صاف واضح ہوتا ہے کہ حسین کی زیارت، خدا کی قدرت کی زیارت کے مترادف ہے۔ سنن الٰہی میں سے ایک سنت ہے: 'من ان للہِ، ان اللہ لہ' (جو خدا کا ہو جائے، خدا اس کا ہو جاتا ہے)۔

اسی اصول کے تحت، جب امام حسین علیہ السلام نے اپنی جمع پونجی، اولاد اور اصحاب سب کچھ خدا کی راہ میں قربان کر دیا، تو خدا بھی اپنی پوری طاقت کے ساتھ امام حسین علیہ السلام کا ہو گیا، اور آج کا اربعین حسینی، خدا کی قدرت اور طاقت کا مظہر بن کر سامنے آیا ہے۔

یہ خدا کی طاقت کا حسین علیہ السلام کے ساتھ ہونے کی دلیل ہے کہ وہ لوگ بھی جو خدا کے منکر ہیں، امام حسین علیہ السلام کو مانتے ہیں۔ آج پوری دنیا، چاہے جس مذہب، قوم، قبیلہ، رنگ یا نسل سے تعلق رکھتی ہو، "حسین، حسین" پکار رہی ہے۔ احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں نبی اکرمؐ سے ایک عجیب روایت نقل کی ہے: 'من حب الحسین فقد حب اللہ' (جو بھی حسین سے محبت کرے، گویا اس نے خدا سے محبت کی)۔ ایک اور روایت میں ہے: جو حسین سے محبت کرتا ہے، خدا اس سے محبت کرتا ہے۔

یہ عجیب بات ہے کہ ہم کسی مخلوق سے محبت کریں، اور خالق ہم سے محبت کرے ! یہی محبت کی تجلی ہمیں اربعین پر نظر آتی ہے۔ امام حسین علیہ السلام کی محبت دل میں ہونے کا اثر ہے۔

سوال یہ ہے کہ امام حسین کی محبت دل میں ہونے سے کیا ہوتا ہے؟ اس کا جواب بھی اربعین پر ملتا ہے۔ دنیا بھر کے لوگ، جو مختلف وطن، قوم، قبیلے، زبان اور ثقافت سے تعلق رکھتے ہیں، ایک دوسرے کے ساتھ رشتہ داروں جیسا برتا کرتے ہیں۔ ایسی محبت، احترام اور ایثار عام حالات میں لوگ اپنے قریبی رشتہ داروں کے ساتھ بھی نہیں کرتے۔

ان سب کے پیچھے ایک ہی چیز ہے:

محبت حسین۔ اگر یہ محبت دل میں ہمیشہ زندہ رہے تو انسان ہمیشہ ایثار و قربانی دینے والا بن جاتا ہے۔ جب یہ محبت کمزور ہو جائے تو ایثار کا جذبہ بھی مدھم ہو جاتا ہے۔

ہم جب اپنے شہروں یا دیہات میں ایک گھنٹے کا عام پروگرام کرتے ہیں تو مرد و زن کے لیے الگ جگہ اور الگ راستے مقرر کیے جاتے ہیں تاکہ فتنے سے بچا جا سکے۔

جتنا زیادہ ہم معصومین علیہم السلام سے محبت کریں، اتنا ہی ہمارے اندر عصمت کا تناسب بڑھتا جاتا ہے، اور ہم پاک و پاکیزہ ہوتے جاتے ہیں۔ یہ سب کچھ ہمیں اربعین پر عملاً نظر آتا ہے۔

عربوں کا نسلی تعصب مشہور ہے۔ وہ عام حالات میں اپنے علاوہ کسی کو کچھ نہیں سمجھتے۔

لیکن اربعین آتا ہے تو یہی عرب، ہمارے نوکر بن کر کھانا کھلاتے ہیں، کپڑے دھوتے ہیں، پاؤں دباتے ہیں۔

یہ محبت حسین کا اثر ہے، جو انسان کے دل کو گناہ، تکبر، حسد اور تعصب سے پاک کر دیتا ہے۔

کربلا راز زندگی رمز بندگی

تحریر: مولانا سید گلزار جعفری

میں ایک تنہا مسافر کشکول طلب پھیلائے ہدایت کی تلاش میں سکون کی جستجو میں اختلاجی اور اضطرابی کیفیتوں سے گزرتا ہوا زمین زندگی کے ریگزاروں پہ شعور و آگہی کے سیماب وزر کو تلاشتا رہا کبھی سمندروں کے طوفانوں کے عفان پر اپنی کشتی حیات کو کھیپتا ہوا ساحل نجات کو ڈھونڈتا رہا تو کبھی شب ظلمت میں شمع ہدایت کی طلب مجھے در بدر پھراتی رہی جنگل و بیابانوں کی خاک چھانتا رہا خاردار راہوں پر آہیں بھرتا ہوا چراغ امید کے اجالوں میں صعوبت سفر برداشت کرتا رہا کبھی رشتوں کے جنجال میں سماج کے جال میں پھنس کر اتنا بے بس و لاچار ہوا کہ وِن وہن البیوتِ لبیت العنبوتِ (بے شک گھروں میں کمزور گھر مکڑی کا) مگر مجھے مکڑی کا کمزور ترین جالا بھی مضبوط تر نظر آنے لگا میں اپنی بے خودی میں خدا تک پہنچنا چاہتا تھا مگر اس کیلئے راز زندگی اور رمز بندگی کا ادراک کرنا ضروری تھا میرا راہوار عشق وشعور معرفت کی جن وادیوں کی جستجو میں تھا وہ عصمت کا چشم شیریں تھا جو یقیناً میرے عطش معرفت کو سیرابی عطا کر سکتا تھا مگر اس بلندی تک میرا پستی والا وجود رسائی کیسے حاصل کرے میں اسی جستجو میں تاریخی دستاویز کی جانب بڑھا تو کبھی احادیث وسیر کی جانب راز زندگی کو جاننے کیلئے ہم نے ہر آواز کو سنا ہر احساس کو بیدار کیا ہر راہ ادراک کا راہی بنا ہر روش فکر کو پروان چڑھایا ہر وادی خیال میں ٹامک ٹوئیاں لگاتا رہا ذہن کے ہر زاویے میں بس ایک ہی سوال گردش کر رہا تھا راز زندگی اور رمز بندگی کی حقیقت سے آشنائی کیوں کر ملے گی کہ اچانک فلک غم پر محرم کا چاند نظر آیا ہر سمت غم کا غبار غالب تھا فضائیں بوجھل تھیں گلشن کی بہاریں خزاں رسیدہ ہو چکی خوشبوں کے شہر خاموشی کی چادر اوڑھے ہوئے تھے لذیذ غذاں کی لذتیں تیاگی جا چکی تھیں قلب ونظر میں بے چینیاں تھیں فطرت کا چہرہ کھملا یا ہوا تھا لب سوکھے رخسار پھیکے اور آنکھیں بھیگی ہوئی تھیں سیاہ بادلوں کی چادر اوڑھے ہوئے غم کا آسمان، گھٹا ٹوپ اندھیروں میں ڈوبی ہوئی زمینیں۔ گردش وقت کی الجھی ہوئی مغموم دراز زلفیں شمس وقمر کا چہرہ بھی فق نظر آرہا تھا صحیفہ کائنات پر جب میری نگاہوں نے اس حزن و ملال کی عبارتیں کندہ دیکھیں تو فکر میں ایک بھونچال سا آگیا کہ وہ کون سا بندہ خدا ہے جسکی شہادت نے زمین وآسمان کو خون کے آنسوں رلا دیئے بس وہی شخص ہے جسکی راز زندگی اور رمز بندگی اگر جان لی جائے تو انسان حقیقت شناس بھی ہوگا اور ساحل نجات سے ہمکنار بھی جسکی دردناک، قیامت خیز، آواز استغاثہ (ہل مِن ناصِر ینصرنا ہل مِن مغیث یغیثنا) (در حقیقت طلب نصرت کی پکار نہیں تھی بلکہ یہ واضح کرنا تھا کہ راز زندگی شہادت اور نصرت امام وقت میں چلے آنا ہے اسکا ثبوت یہ ہیکہ اک ششماہ شیر خوار نے گھوارے میں مچل کر نصرت امام پر لبیک کہا جو چلنا نہیں جانتا تھا کہ چل کر جاتا تو مچل گیا اور بتایا کہ نصرت امام میں جب چل نہ سکو تو مچل جا مراد کو ضرور پہنچ جاگے لہذا جو بول نا پایا وہ جھولے سے تڑپ کر اپنے آپ کو پیش کر رہا تھا اور خیمہ سے میدان کا سفر قرآن ناطق بنکر دست حسین کے مصلے پر کیا تا کہ نصرت امام اور شہادت حق ہی راز زندگی ہے ثابت کر دیا جائے سلام ہے اس مجاہد نمازی پر جو استغاثہ کی اذان پر جھولے سے منھ کے بل گرا کر خاک خیمہ پر تیمّم کرتا ہے اور امام عصر والزمان کے ہاتھوں پر انتخاب جانماز کرتا ہے چشم عقیدت کو میدان میں کھولا اور شہادت کی عبادت کی نیت فرمائی خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر تکبیر الٰہی کہتا ہے اور تین بھال کا قد سے بڑا اور اپنے وزن سے زیادہ وزنی تیر ہمک کر اپنے گلے پر لیتا ہے تا کہ امام عصر کی بوقت عصر نصرت و حفاظت کا فریضہ ادا کر کے عالم انسانیت کو نصرت امام عصر کا سبق پڑھا دیا جائے اور تیر کھا کر لبوں پر تبسم سجایا تا کہ موت کی شیرینی جسکا دعوی قاسم کے تکلم سے ہوا تھا الموت عندی احلی من العسل۔ اسکا اظہار تبسم سے ہوا تا کہ شہادت اور نصرت حق ہی راز زندگی اور رمز بندگی ہے یہ بات امت کو سمجھائی جا سکے۔

ادھر مملکت صبر کا تاجدار زخموں سے چور چور خاک و خوں میں غلطیدہ تیروں پر معلق جسم سے رستا ہوا لہو ارض نینوا کے ذروں کو اکسیر وشفا کی خیرات بانٹتے ہوئے اپنے پورے بدن کی قوت کو سمیٹ کر سر کو سجدہ الٰہی کی جانب لے جا رہا تھا جہاں کائنات کے تن بدن میں ارتعاش تھا وہاں فرزند علی و بتول کے وجہ اللہی چہرے پر مکمل اطمینان ہے اور جب زخمی جبین عقیدت کو دہلیز محبت الٰہی پر رکھا اور وحدت کی جلوہ نمائی کا اظہار خشک ہونٹوں پر اس طرح فرمایا کہ سبحان ربی العل وبحمدہِ۔ سوکھی ہوئی زبان سے کیا جانے والا ہمہمہ اس دل نشیں آواز و انداز میں کیا کہ ہاتف غیبی کی ندا مدح سرائی کرتی ہوئی آئی۔ (یا یتہا النفس المطمئن ارجعی ل ربِ راضِی مرضِی) اے نفس مطمئنہ پلٹ آ اپنے رب کی طرف اس حال میں کہ تیرا رب تجھ سے راضی ہوا اب تو بھی اپنے رب سے راضی ہو جا۔

قسم خدا کی قدرت کا یہ لہجہ ناز برداری ہے رمز بندگی کی حقیقی جزا ہے کیونکہ عبدیت کی پوری کائنات کاس طلب پھیلا کر رضایت رب کی بھیک مانگتی ہے مگر جس نے اپنے حسن فکر حسن عمل حسن ادا سے راز زندگی اور رمز بندگی کو ثابت کیا اسکا حق تھا کہ اس لہجہ میں ناز برداری کی جائے کیونکہ جب فرزند ذبیح وخلیل وارث مسیح وکلیم خنکی چشم سیف اللہِ المسلول۔ جگر گوشہ بتول و رسول پشت رسالت پر عین حالت سجدہ میں جائے اور پابند وحی الہام نبی جسکی صداقت تکلم پر وما ینطِق عنِ الھوِن ھوِلا وحی یوح۔ کا پہرا لگا ہو وہ سجدے کو طول دے جبکہ زبان پر ذکر الٰہی اور ذہن میں تصویر حسینی ہے کسی پرچم دار توحید میں اتنی ہمت ہیکہ اس تصویر حقیقت کی تفسیر پر شرک کا فتوی لگائے حالانکہ یہ ناز برداری نہیں تو کیا ہے کی رسول مقبول طول سجدہ کے محکوم الٰہی ہیں گویا ناز برداری کے دو ہی نقشہ چشم تاریخ نے دیکھے ہیں

رسول سجدہ میں پشت پر حسینؑ اور ادھر ریگزار گرم کربلا اور زخموں سے چور ساجد ومجاہد کی پیشانی کا سر سجدہ خالق میں اور راضیہ مرضیہ کی سند ناز برداری کا الٰہی اعلان کربلا کی فضاں پر تحریر یہ عبارت راز زندگی اور رمز بندگی کا کھلا ہوا مفہوم ہے جو لباس مصداقیت زیب تن کئے ہے۔ الصلاۃ معراج المومنِ۔ نماز معراج مومن ہے سبحان الذی سے جسکا آغاز ہوا اس تصویر کی حقیقت کو عاشورہ کے آخری سجدہ میں ذکر سجدہ کی تجلی میں دیکھا جا سکتا ہے کیونکہ معراج کی انتہا ادن منی ہے تو اس سجدہ کا نشاں ارجعی الی ربک ہے اور قرب مکانی و معنوی میں جہاں دو کمانوں کا فاصلہ ہوا تو یہاں راضیہ ومرضیہ کی دو لفظوں کی کمانوں کا عظیم فیصلہ ہے۔ اور اگر معراج میں لنریہ من ایاتنا کا ہدف حقیقی ہے تو ادھر فادخلی فی عبادی کی سند توصیفی ہے جو راز زندگی اور رمز بندگی کی قبولیت کی ضمانت ہے جہاں بعبدہ کہکر لنرِیہ کی تعلیل پیش کی گئی تا کہ راز زندگی کو آیاتِنا کے آئینہ میں دکھایا جا سکے اور رمز بندگی کا اعلان ہو جائے، تو جسے عرش پر ریت آیات کا شرف ملے وہ رسول مقبول ہیں اور جسے فرش کربلا پر فادخلی فی عبادی کی شکل میں معراج عطا کی جائے اس سورما کا اسم گرامی حسین ہے عبدیت کو آیت میں مقدم کر کے معراج میں بلایا جاتا ہے اور ادھر عبادی کے دائرے کو موخر کر کے سند معراج دی جاتی اور نماز معراج مومن ہے اسکا ثبوت صرف ارض نینوا پر دیا جاتا ہے اب یہ صاحبان ضمیر پر منحصر ہیکہ وہ بعبدہ کی ضمیر کا مرجع اسری۔ کے سفر میں آئینہ عبدیت میں رکھیں۔

حقیقی کربلا سے مصنوعی کربلا تک

مولانا سید نجیب الحسن زیدی

دنیا میں جہاں بھی ننگے بھوکے پابرہنہ لوگوں کے وجود سے انقلاب کے شعلے لپکے ہیں اور انہوں نے شہنشاہوں اور سلطانوں کی دستاروں کو انکے وجود اور انکے تخت و تاج کے ساتھ جلا کر خاک کے ڈھیر میں بدل دیا ہے، جہاں بھی استبداد و بربریت کے آہنی پنجوں کو مظلوموں کے لہو کی حرارت نے پلاسٹک کے کسی کھلونے کی طرح پگھلا کر ناکارہ بنا دیا ہے، جہاں بھی خنجر و تلوار کے پانی نے خون کے اسلحہ کے سامنے بے بس ہو کر پانی مانگا ہے، جہاں بھی مظلوموں کی آہوں نے عالیشان محلوں کو کھنڈرات میں بدل کر اپنی قسمت کا فیصلہ کیا ہے، ہر اس مقام و ہر اس جگہ پر جہاں ظالموں کی تلواریں مظلوموں کے گلوں کے سامنے بے بس ہوئی ہیں، جہاں پیشانیوں کے سامنے نیزے روئے ہیں، جہاں فولادی سینوں کے سامنے تیر کانپ اٹھے ہیں کہ انہوں نے سینوں میں سوراخ ضرور کیا ہے لیکن عزم و ہمت کے سامنے انہیں شکست سے دوچار ہونا پڑا ہے، جہاں سوکھے گلوں کے سامنے خنجر پیچھے ہٹیں ہیں اور گلوں نے انہیں دبوچ لیا ہے۔

خنجر و نیزہ و تیر و شمشیر، ڈھال و تلوار و گرز آہنیں سے آگے بڑھیں ذرا آج کی کربلا میں آئیں، جہاں سنگینوں کا تعاقب سینوں نے کیا ہے، جہاں گولیاں سینوں میں پیوست ہو کر ناکام ہوئی ہیں، جہاں توپوں اور ٹینکوں نے لاشوں کے ڈھیر کے سامنے اپنی بے بسی کا ماتم کیا ہے جہاں موت برساتے طیاروں نے اپنے چہروں پر طمانچے مارے ہیں وہاں ایک صدا بس ایک صدا سنائی دی ہے حسین زندہ باد، حسین زندہ باد، جی ہاں حسین زندہ باد ہر اس مقام پر ہر اس جگہ جہاں حسینی عزم کے سامنے یزیدیت پسپا ہوئی حسینی حوصلہ کے سامنے یزیدیت رسوا ہوئی، حسین زندہ باد ہرگز کوئی نعرہ نہیں کوئی گمان نہ کرے کہ یہ ایک نعرہ ہے، یہ ایک زندہ حقیقت ہے، فاطمیون، زینبیون، حزب اللہ، حشد الشعبی اور انصار اللہ و مزاحمتی محاذ کے باطل کیخلاف عزم پیہم کی صورت افسوس آج یہی حسین زندہ باد بعض لوگوں کی سمجھ نہیں آتا اگر یزیدی ٹولے کی سمجھ میں نہ آئے تو بات الگ ہے کہ جب یہ نعرہ لگتا ہے تو ہر دور کے یزید کا تخت ہلنے لگتا ہے اور ہر زمانے کا یزید اپنے ڈانواں ڈول تخت کو سنبھالنے کی کوشش کرتے ہوئے ان حسینیوں کی طرف پریشان ہو کر دیکھتا ہے جو 14 سو سال کے بعد بھی اس حسینؑ سے زندگی کی حرارت مانگ رہے ہیں جسے کربلا کی جلتی زمین پر پامال سم اسپاں کر یزید نے بزعم خود ختم کر دیا تھا۔

سو یزیدیوں اور یزیدی فکر کے حامل اباطیل زمانہ کی سمجھ میں آنا بھی نہیں چاہیئے کہ انکی نگاہ مادی کہاں سے شہادت کی حقیقی حیات کے جلووں کو دیکھ سکتی ہے مگر خیمہ حسینؑ میں رہتے ہوئے کسی کو حسین زندہ باد کی حقیقت سمجھ نہ آئے تو فکری بازبینی کی ضرورت ہے کہ یہ تباہ کن فکر کہاں سے آ رہی ہے اور بظاہر خیمہ حسینی میں رہنے کا دعوی کرنے والے خدوخال سے حسینی نظر آنے والے ان افراد کے پیچھے کون لوگ ہیں جو جنہیں حسینیت زندہ باد سے محض تکلیف نہیں حسینیت ہی ابھی تک سمجھ نہیں آئی ہے کہ حسینیت کیا ہے؟ حسینیت سچائی کی وہ ڈگر ہے جس پر چلنے والا ہر دور میں اپنے وقت کے یزید سے بھڑ جاتا ہے چاہے وہ کہیں چھپا ہو، کسی حلیے میں ہو وہ عمامہ و جبہ و دستار سے مزین بھی ہو تو حسینیت اسکے چہرے سے نقاب الٹ کر دودھ کا دودھ پانی کا پانی کر دیتی ہے۔

اسی لئے کچھ لوگوں کو حسینؑ زندہ باد اور حسینیت زندہ باد سے بیر ہے اور وہ کربلا کو 61 ہجری میں محصور کرنا چاہتے ہیں کہ حسنیت زندہ باد انکے مفادات پر ضرب کاری ہے ۔یزید کی مشکل یہی تھی کہ وہ سمجھ رہا تھا حسینؑ شہید ہونے سے مر جائیں گے لیکن شہادت نے تو حسینؑ کو امر کر دیا وہ حسینؑ کی شہادت میں اپنی جیت دیکھ رہا تھا جبکہ حسینؑ نے شہید ہو کر اس کی ابدی ہاری کی سطروں کو ریگزار نینوا پر لکھ دیا، اگر کسی کی ہار جیت کا فیصلہ گلے کے کٹ جانے سے ہوتا تو الگ بات تھی لیکن حسین نے تو شکست و فتح کا معیار ہی بدل دیا کٹے ہوئے گلے سے تلاوت کر کے بتایا کہ گلوں کا کاٹا جانا یزیدیت کی نگاہ میں موت کا استعارہ ہوگا حسینیت کے مکتب میں تو یہ شہادت ہے، اور زندگی جاودان کی یہ وہ منزل ہے جہاں کوئی گمان بھی نہ کرے کہ کوئی شہید مردہ ہے۔ ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربہم یرزقون۔

یقیناً اگر کوئی ظلم کیخلاف ہے، حسینی عزم لیکر میدان میں ہے، چاہے میدان فکر کا ہو، خطابت کا ہو، اقتصاد کا ہو، سیاست کا ہو، فرہنگ کا ہو ثقافت کا ہو، قلم کا ہو، شعر و شاعری کا ہو، سماجیات کا ہو، اگر انسان اپنے وقت کے یزید سے نبرد آزما ہے تو وہ کربلا کا سپاہی ہے جب اسکا تعلق کربلا سے ہو گیا تو جیتے جی بھی زندہ ہے مر کر بھی زندہ ہے کہ یہاں مرنا اور جینا تو خدا کی مشیت پر منحصر ہے معیار یہ ہے کہ جینا اور مرنا کیوں اور کس مقصد کے تحت، جینا اور مرنا کیسے؟ خیمہ حسینؑ میں یا خیمہ یزید میں، ملاک و معیار جب یہ ہے تو نہ زندگی اہم ہے نہ موت اہم ہے، اہم یہ ہے کہ زندگی ہے تو کیوں، موت ہے تو کس حال میں سو اب ایسی صورت میں اگر کوئی باطل سے مقابلہ کر رہا ہے تو وہ کہیں بھی ہو فرد کی صورت ہو کہ اجتماع کی صورت، کسی بھی علاقے کا ہو، کسی بھی رنگ کا حامل ہو، کوئی زبان رکھتا ہو، کوئی لہجہ رکھتا ہو، کسی بھی، خطے سے اٹھا ہو کسی بھی ملک سے ہو، کسی بھی قبیلہ کا ہو، کسی خاندان سے اسکا تعلق ہو اگر اس نے فیصلہ کیا کہ حق کا ساتھ دیگا باطل کو پسپا کریگا، چاہے باطل کوئی بھی ہو، کسی بھی لباس میں ہو، کسی بھی مقام پر ہو، کسی بھی زبان کا حامل ہو، کسی بھی رنگ سے اسکا تعلق ہو، تو وہ کربلا سے جڑا ہے حقیقت کربلا سے جڑا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ کربلائی مزاج کبھی یزیدی مزاج کو برداشت نہی کرتا کہ اسکی حیات و موت دونوں میں مقصدیت کارفرما ہوتی ہے جبکہ یزیدیت صرف اپنے وجود کو دیکھتی ہے اسکے پیشِ نظر دنیا میں کوئی اعلی مقصد نہیں ہوتا ہے آخرت کی تو بات ہی کیا، یزیدیت کا واحد مقصد حصول اقتدار' حفظ اقتدار اور بس جبکہ حسینیت کا مقصد حصول رضائے الہی اور حفظ رضائے الہی، یہی سبب ہے کہ جب اللہ کی رضا کے حصول کے لئے کچھ لوگ اپنے اعزوا اقارب اپنا گھر بار چھوڑ کر یزید وقت سے مقابلہ کیلئے نکلتے ہیں، قربانیاں دیتے ہیں، اپنی جانیں گنواتے ہیں، گولیاں کھاتے ہیں، زخم سہتے ہیں تب بھی انکے ماتھے پر شکن نہیں ہوتی بلکہ مسکراتے ہوئے جامِ شہادت نوش کر لیتے ہیں کہ انکے سامنے کربلا کے اس پیاسے کا مسکراتا وجود ہوتا ہے جو عصر عاشور پشت فرس پر ڈگمگا رہا تھا اور اسکا جسم نازنین تیروں سے ڈھکا ہوا تھا لیکن آنے والے کل کو لیکر پرامید تھا، اسکی نظریں کربلائی فکر رکھنے والی ان نسلوں پر تھیں جو صدیاں گزر جانے کے بعد بھی اسے تنہا نہیں چھوڑیں گے، وہ مظلوم کربلا جس نے اپنے جانثاروں کو مسلخ عشق میں قربان کر دیا، جس نے اپنے ننھے مجاہد علی اصغرؑ کی شکل میں جب اپنی تمام تر قربانیوں پر مہر لگا دی تو عصر عاشور اپنی قربانیوں کی قبولیت کی خاطر سر کو مالک کے سجدے میں رکھ دیا، اور پوری کائنات کا سب سے عظیم سجدہ، نرالے انداز، نرالی شان، نرالی ادا سے کیا۔

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

’سبحان ربی الاعلی وبحمدہ‘، تو سب کہتے ہیں، لیکن جس انداز سے سید الشہدا نے کہا وہ پوری کائنات میں بے نظیر و یکتائے روزگار ہے، وہ حسینؑ جو تنہا تھا، اکیلا تھا، پیاسا تھا، غریب تھا، ستایا ہوا تھا، زخمی تھا، جسکا آخری سجدہ رہتی دنیا تک بندگی کو دلیل فراہم کر گیا، کیوں نہ مسکرائے گا ظلم و ستم کو لرزاں دیکھ کر کیوں نہ مسکرائے گا، ظالموں کیخلاف مظلوموں کی جنگ دیکھ کر کیوں نہ مسکرائے گا، حق کا غلبہ دیکھ کر کیوں نہ مسکرائے گا، شہید حججی جیسے جوانوں کو مطمئن و خندہ دیکھ کر کیوں نہ مسکرائے گا، مدافعین حرم کے عزم و ہمت کو دیکھ کر کیوں نہ مسکرائے گا فلسطینیوں کا عزم مصمم دیکھ کر کہ یہ سب کے سب اسی کی شہادت کا فیض عظیم ہے، لبیک ہے اس صدائے ھل من پر جسے اس نے صحرائے کربلا میں ہجری میں بلند کیا تھا لیکن ہجری سے اب تک مسلسل راہ خدا میں گرتی ہوئی شہدا کی لاشیں بغیر کسی وقفے کے لبیک کی عملی تصویر پیش کر رہی ہیں، یہ کربلا کے اس درخت کا ثمر ہیں جسے اس نے اپنے جسم کے لہو کیساتھ خونِ جگر دیکر پروان چڑھایا تھا۔ غاصب اسرائیل کے خونچکاں پنجوں میں جکڑا ہوا قبلہ اول بیت المقدس ہو کہ استعماری سازشوں کی شکار سرزمین شام و عراق، یا عالمی سامراج سے ٹکرانے کی جرات رکھنے والے مختلف علاقوں اور ملکوں کے اقوام اور اسلامی بیداری کی لہروں کی زد میں زمیں بوس ہونے والے آمروں اور شہنشاہوں کے محل، تیونس ہو کے لیبیا، مصر ہو کے بحرین و یمن، دنیا چاہے سر اٹھاتی ہوئی عوامی تحریکوں کو کچھ بھی نام دے لیکن اتنا طے ہے کہ جہاں بھی استبداد و بربریت کے خلاف محاذ آرائی ہو اسکی پشت پر اپنے خون کی دھار سے خنجر و تلوار کی کاٹ کو ناکارہ بنانے والی کربلا کے آفاقی دروس کے شہ پارے ضرور نظر آئیں گے، جنہوں نے دنیا والوں کو سکھایا کہ کس طرح سر کٹا کر سر بلند ہوا جاتا ہے اور کس طرح اپنی جان دے کر بھی باطل کو اس کے ارادوں میں ناکام بنایا جاتا ہے۔

آج دنیا کے ظالم کربلا کا نام سن کر کانپنے لگتے ہیں اور سلاطین ظلم و جور کی دستاروں سے دھواں بلند ہونے لگتا ہے کہ کربلا درحقیقت نام ہے تخت شاہی کو نابود کر دینے والے اس مفہوم کا جو مستضعف اور مقہور انسانیت کے زخموں کا مرہم ہے تو اس کے حقوق کو پامال کرنے والوں کیلئے نقارہ جنگ۔ اسی لئے کسی بھی قوم اور قبیلہ کا انسان ہو کسی بھی ملک سے تعلق رکھتا ہو کسی بھی مذہب کا پرستار ہو اگر اس کا ضمیر بیدار ہے تو اپنی ہر طرح کی جغرافیائی، مذہبی، اور قبائلی حدود کو پار کر کے کربلا کی آغوش میں اپنی پیاسی روح کو سیراب کرتا نظر آئے گا۔ یہ وارفتگی اور کربلا والوں سے اس قدر لگن نتیجہ ہے اس مقدس خون کا جو انسانیت کی قدروں کو بچانے کے لئے دشت نینوا کی گرم ریت پر بہا تو ہر احساس رکھنے والے انسان کے وجود میں ایک ایسی دہکتی آگ روشن کر گیا جو اس وقت تک ٹھنڈی نہیں ہو سکتی جب تک دنیا کے کسی بھی گوشہ میں مظلوموں کا حق مارا جاتا رہے گا، اسی لئے استعمار و استکبار ایک دوسرے کے شانہ بشانہ کربلا سے حاصل ہونے والے دروس کی روشنی کو تاریکی اور ظلمت میں بدلنے کی راہوں پر ایک ساتھ مل جل کر غور کر رہے ہیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کی حکومتوں کا بھی وہی حال ہو جو کربلا تخت یزید کا ہوا کہ حسینؑ نے اپنا معیار شہادت اتنا بلند کر لیا کہ یزید کا بیٹا بھی تخت کو ٹھوکر مار کر یہ کہنے پر مجبور ہوا کہ میرا حق نہیں تھا، انہیں اس بات کا بخوبی اندازہ ہے کہ کربلا کی حیات ابھی ختم نہیں ہوئی ہے بلکہ کربلا آج بھی زندہ ہے اور کسی بھی وقت ایک انقلابی تحریک کی صورت ان سے انکا تخت و تاج چھین سکتی ہے، انہیں خوب معلوم ہے کہ چودہ صدیاں گزر جانے کے بعد اگر آج بھی کربلا کے ذرات خون آشام کو نچوڑا جائے گا تو خون شہادت کے مقدس خطرے لپک لپک کر خدا کی کبریائی کا اعلان بھی اسی طرح کریں گے جس طرح کل حق پر مر مٹنے والوں نے اپنی گردنیں کٹا کر کیا تھا۔

یہ خوب جانتے ہیں کہ روئے زمین پر جب تک ایک بھی ذی روح ہستی غلامی کا شکار رہے گی ظلم و تشدد کی زوال پذیر خزاں اس کے جذبات کچل کر اسے ٹھیس پہنچائے گی تب تب کربلا کی صدائے بازگشت سنائی دیتی رہے گی۔ اسی وجہ سے کربلا کی آفاقی جگمگاہٹ کو دیکھ کر مات و مبہوت باطل پرستوں کے ٹولے زہریلے اور منفی پروپیگنڈوں کے ذریعہ جس چیز پر سب سے زیادہ یلغار کر رہے ہیں وہ کربلا ہے اور وہ یہ بات اچھی طرح جانتے ہیں کہ کربلا کے رہتے کربلائیوں کو پسپا کرنا مشکل ہے، کربلا کے رہتے مکتب کربلا کے روشن چراغ کو بجھانا ناممکن ہے لیکن، کیا یہ بھی ممکن نہیں کہ کربلا کے مقابل ایک دوسری کربلا بنائی جائے، ایک ایسی کربلا جو حسینؑ کی کربلا نہ ہو؟ ایک ایسی کربلا جسے ظلم سے کوئی لینا دینا نہ ہو؟ ایسی کربلا جہاں اچھائیوں کی طرف دعوت نہ ہو برائیوں سے روکنے کا عزم نہ ہو جہاں یہ دعوی کیا جائے کہ مدینہ سے کربلا تک کوئی ایک ایسا مقام دکھا تو جہاں معمار کربلا نے کسی اچھائی کا حکم دیا ہو کسی برائی سے روکا ہو ایسے لوگوں کی عقلوں کو کیا ہو گیا ہے جو نہیں دیکھتیں تاریخ انسانیت کے سب سے بڑے منکر کا نام سب سے بڑی برائی کا نام ہے یزید اور حسینؑ یزید سے مقابلہ کے لئے نکل پڑے اب کوئی اتنا شہرت و مادیت کی دبیز پرتوں میں بینائی گنوا بیٹھے کہ یزید جیسا منکر اسے نظر آئے تو انسان کیا کرے آج سامراج ایسی ہی کربلا کو لانچ کرنا چاہتس ہے جہاں انسانیت کا درد نہ ہو، جسے نہ بحرین سے مطلب ہو، نہ شام، سے نہ لبنان سے نہ، عراق سے نہ یمن سے، نہ فلسطین سے اسے مطلب ہو تو بس اپنی عزاداری سے مطلب ہو تو اپنے جلوس سے مطلب ہو تو اپنے ماتم سے؟ مطلب ہو تو اپنے منبر سے مطلب ہو تو اپنے سامعین سے کیا ایسی کربلا بھی ہو سکتی ہے۔

کیا یہ ممکن ہے؟ کیا مصنوعی کربلا بن سکتی ہے تاکہ کربلا کے تعلیمات کو آگے بڑھنے سے روکا جا سکے، جی ہاں نہ صرف بن سکتی ہے بلکہ اس کیلئے پوری منصوبہ بندی بھی ہے ایسے میں ہمیں خیال رکھنا ہوگا کہ ہم کہاں کھڑے ہیں، حقیقی کربلا میں جہاں حسینؑ ہیں، یا مصنوعی کربلا میں جہاں بھولے بھالے حسینیوں کو خاص مقاصد کے تحت استعمال کیا جا رہا ہے اپنی شہرت کی بھوک مٹانے کیلئے اپنے فرسودہ افکار کی سڑاند کو مٹانے کے لئے اپنی انا کا بت چمکانے کیلئے میں نہیں کہتا کہ مصنوعی کربلا بنانے میں وہ لوگ جان بوجھ کر آگے آ رہے ہیں جنکا تعلق ایک بزرگ و علمی خاندان سے ہے یا جو انکی راہ پر بغیر سوچے سمجھے چل پڑے ہیں انہیں پتہ بھی نہیں اس راہ کی انتہا پر پسر سعد کھڑا انکا استقبال کر رہا ہے کوئی حسینؑ نہیں، نہیں کہتا کہ مصنوعی کربلا کی تشکیل میں سوچ سمجھ کر مرجعیت حصہ بن رہی ہے لیکن اتنا ضرور ہے مصنوعی کربلا میں ایسے خاندان موجود ضرور ہیں جنہوں نے کبھی کربلا کی حقیقی میراث کو ہم تک پہنچانے کیلئے بڑی قربانیاں دیں تھی، کون بھول سکتا ہے میرزائے شیرازی کے تنبا کو کی حرمت پر دیئے جانے والے تاریخی فتوی کو جس نے برطانوی سلطنت کی چولیں ہلا کر رکھ دی تھیں اور کربلا کے جانباز سپاہی کی صورت سامنے آ کر استعمار کی سازشوں کو بے نقاب کیا تھا، کون سوچ سکتا تھا آج میرزائے شیرازی کے وارث جانے انجانے مصنوعی کربلا کا حصہ بن کر دشمنوں کی خوشحالی کا سبب بن جائیں گے۔ ہم مرجعیت کا احترام کرتے ہیں اور مرجعیت کی توہین کو کسی بھی انداز سے کیوں نہ ہو قوم و ملت اور مکتب تشیع کی توہین سمجھتے ہیں، اور تمام تر نظریاتی اختلافات کے باوجود کسی بھی مرجع کی شان میں گستاخی کو قبول نہیں کر سکتے چاہے وہ ولایت فقیہ کو مانتا ہو یا نہ مانتا ہو لیکن جب بات اصولوں کی ہو تو اصولوں کا سودا بڑے ناموں سے کرنا بھی دین و قوم کیساتھ خیانت ہے اور کربلائی اصول ہم سے کہتے ہیں، یزیدی لشکر سے تو حسینی لشکر کا حصہ بننے کوئی آ سکتا ہے اور حسینؑ بڑھ کر اسکا استقبال کریں گے لیکن میں سے کوئی ادھر نہیں جا سکتا بھلے اس پر سے بیعت ہی کیوں نہ اٹھا لی جائے۔

امام زین العابدین علیہ السلام

مولانا سید علی ہاشم عابدی

امام زین العابدین علیہ السلام ہمارے چوتھے امام ہیں، آپ کے والد ماجد سید الشہد اامام حسین علیہ السلام اور والدہ ماجدہ حضرت شہر بانو سلام اللہ علیہا تھیں جو ایران کی بادشاہ کی بیٹی تھیں ۔ آپ کا نام علی، کنیت ابوالحسن اور القاب زین العابدین، سید الساجدین، سجاد اور ذوالثفنات ہیں۔ آپ اپنے زمانے میں علی الخیر اور علی العابد کے نام سے مشہور تھے۔

امام زین العابدین علیہ السلام عادل حاکم امیر المومنین امام علی بن ابی طالب علیہ السلام کے دور حکومت میں 5 شعبان المعظم یا دوسری روایت کے مطابق 15 جمادی الاول سن 38 ہجری کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ 21 رمضان سن 40 ہجری تک اپنے جد بزرگوار مولی الموحدین امیر المومنین امام المتقین امام علی بن ابی طالب علیہ السلام کے زیر سایہ پروان چڑھے، جب کثرت عدالت کے سبب محراب عبادت میں آپ کے جد بزرگوار امیر المومنین علیہ السلام کی شہادت ہوگئی تو آپ نے اپنے چچا سبط اکبر رسول خدا امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کے دس سالہ دور امامت میں زندگی بسر فرمائی۔

28 صفر سن 50 ہجری میں جب امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کی شہادت ہوگئی تو آپ کے والد ماجد امام حسین علیہ السلام کے دور امامت کا آغاز ہوا، اس وقت آپکی عمر مبارک 12 برس تھی، المختصر امیر المومنین علیہ السلام کے زمانے میں آپ کا دورہ مہد اور امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کے زمانے میں آپ کا دورہ مشی گذرا، نوجوانی اور جوانی کا زمانہ امام حسین علیہ السلام کے دور امامت میں گذارا۔

آپ ہر محاذ پر ایک مطیع محض کی طرح امام حسین علیہ السلام کے ساتھ رہے۔ یہاں تک کہ شام کے حاکم نے جب اس دنیا سے کوچ کیا اور نص الٰہی کے ساتھ ساتھ امام حسن علیہ السلام کے صلح نامہ کے شرائط کے برخلاف اس کا پلید بیٹا یزید برسر اقتدار ہوا اور اس نے امام حسین علیہ السلام کی بیعت کرنے کے بجائے خود امام حسین علیہ السلام سے بیعت کا مطالبہ کیا جسے امام عالی مقام نے ٹھکرا دیا اور اپنے کنبہ کے ہمراہ 28 رجب سن 60 ہجری کو مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کی جانب سفر کیا تو امام زین العابدین علیہ السلام بھی اپنے والد ماجد کے ہمراہ مکہ مکرمہ تشریف لے گئے، مکہ مکرمہ میں چند ماہ قیام کے بعد 8 ذی الحجہ سن 60 ہجری کو عین یوم حج کے دن جس دن سارے حاجی مکہ مکرمہ میں ہوتے ہیں امام حسین علیہ السلام نے اپنے اہل وعیال اور اصحاب کے ہمراہ مکہ مکرمہ سے کوچ فرمایا۔ حج کرنے والے حج کر کے حج کو نہ بچا سکے لیکن امام حسین علیہ السلام نے حج کو ترک کر کے نہ صرف حج بلکہ پورے دین کو بچالیا بلکہ انسانیت کو تحفظ بخشا۔

عصر عاشور کو میدان کربلا میں جب امام حسین علیہ السلام کی مظلومانہ شہادت ہوئی تو امام زین العابدین علیہ السلام کے دور امامت کا آغاز ہوا، شہادت حسینی کے سبب زمین کربلا کو زلزلہ آگیا، سیاہ آندھیاں چلنے لگیں اور سورج کو گہن لگ گیا تو امام زین العابدین علیہ السلام نے بحیثیت امام پہلا حکم زمین کو دیا کہ وہ ساکن ہو جائے۔ ظاہر ہے امام تمام خلق خدا پر حجت رب ہوتا ہے لہٰذا امام کی اطاعت سب پر فرض ہے۔ لہذا زمین ساکن ہوگئی وگرنہ عصر عاشور کو ہی کائنات ختم ہو جاتی۔

امام زین العابدین علیہ السلام کو آغاز امامت میں ہی اموی و یزیدی ظلم وستم کا سامنا کرنا پڑا، یا یوں کہا جائے کہ صبح قیامت تک انسانیت کی محافظ تحریک کربلا کہ جس تحریک کے دو باب ہیں ایک باب شہادت دوسرا باب اسارت ہے۔ شہدا کربلا نے اپنی قربانیاں پیش کرتے ہوئے عروس شہادت کو گلے لگایا، شہادت کے بعد نوبت اسارت کی تھیں قافلہ شہادت کے میر کارواں امام حسین علیہ السلام تھے اور اسیران کربلا کے میر کارواں امام زین العابدین علیہ السلام تھے اور اس قافلہ سالاری میں آپ کی مددگار آپ کی پھوپھی حضرت زینب کبری سلام اللہ علیہا تھیں۔

میدان کربلا میں شہدا کی شہادت کے بعد یزید اور یزیدی یہی سمجھے کہ ہم کامیاب ہوگئے، ہم نے دین خدا کو ختم کر دیا، انسانی اقدار کو پامال کر دیا، اہل حرم کہ جنمیں ایک بیمار امام کے علاوہ خواتین و بچے ہیں، لہذا جب ان پر بھی ظلم ہوگا تو کون اعلا کلم اللہ کرے گا؟ لیکن تاریخ نے دیکھا کہ یہ ایسے اسیر تھے جنہوں نے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے اسلام کو آزاد اور انسانیت کو آزادی کا حوصلہ اور نہ صرف یزیدیت بلکہ پورے سلسلہ ظلم وغصب کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے قید کر دیا اور ابدی ذلت و رسوائی اور عذاب ان کا مقدر بنا دیا۔ جیسا کہ روایت میں ہے کہ ابن شہاب زہر نے بیان کیا' جس وقت عبدالملک بن مروان امام علی بن الحسین علیہ السلام کو مدینہ سے شام لایا تو آپ زنجیروں سے جکڑے ہوئے تھے۔ میں نے ان سے ملاقات کا تقاضا کیا تو مجھے ملاقات کی اجازت ملی۔

میں نے دیکھا کہ امام کے ہاتھ اور پیر غل وزنجیر میں بندھے ہوئے تھے یہ حالت دیکھ کر میری آنکھوں میں آنسو آ گئے اور عرض کیا : کاش میں آپ کی جگہ ہوتا۔ اس وقت امام نے فرمایا: زہر ! کیا یہ سمجھتے ہو کہ یہ غل وزنجیر میرے لئے تکلیف کا باعث ہے۔ اگر میں چاہوں تو اس سے خود کو آزاد کر سکتا ہوں۔ تم جیسے لوگ اسکو دیکھنے سے منقلب ہوتے ہو لیکن یہ زنجیریں مجھے آخرت کے عذاب کی یاد دلاتی ہیں۔ یہ کہہ کر خود کو غل وزنجیر سے آزاد کر دیا اور فرمایا: زھری میں مدینہ تک دو منزل سے زیادہ اس غل وزنجیر کیساتھ نہیں رہوں گا۔ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

زہری کا بیان ہے کہ چار راتوں کے بعد نگہبان مدینہ واپس آئے اور امام کی تلاش میں لگ گئے لیکن انہیں نہیں پایا، میں نے ان لوگوں سے پوچھا کہ ان کا کیا ہوا؟ انہوں نے جواب دیا: ہم یہ خیال کرتے ہیں کہ انکے ساتھ جنات ہیں ،جب بھی ہم سواری سے نیچے اترتے تو ہم انکو گھیرے میں لیتے اور مکمل ان کو نظر میں رکھتے۔لیکن ایک دن صبح کے وقت صرف غل وزنجیر ہی دیکھا انہیں نہیں پایا۔

زہری کا بیان ہے اس واقعہ کے بعد میں عبد الما لک کے پاس گیا اور اس نے امام عل بن الحسین علیہ السلام کے بارے میں پوچھا میں نے مذکورہ واقعہ بیان کیا۔تو عبدالملک بن مروان نے کہا کہ جس دن وہ غائب ہوئے ہیں اسی دن وہ میرے پاس آئے اور مجھ سے فرمایا: مجھے تم سے کیا لینا دینا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ آپ میرے پاس ہی رہیں۔انہوں نے جواب دیا: مجھے یہاں رہنے کا کوئی شوق نہیں اور میرے پاس سے چلے گئے، اللہ کی قسم یہ منظر دیکھ کر مجھ پر وحشت طاری ہوگئی۔زہری کہتے ہیں: میں نے اس سے کہا: علی ابن الحسین علیہ السلام ایسے نہیں ہیں جیسا تم سوچتے ہو وہ اپنے کاموں میں مشغول ہیں۔عبدالما لک نے جواب دیا: جس کام میں وہ مشغول ہیں وہ کتنا اچھا ہے ۔(حلی الولیا وطبقات الصفیا، جلد 3، صفحہ 135)

مذکورہ واقعہ اگرچہ آپکی دوسری اسیری کو بیان کرتا ہے لیکن جسطرح آپ دوسری اسیری میں با اختیار تھے اسی طرح پہلی اسیری میں بھی مختار تھے، لیکن چونکہ آپ کو سید الشھدا امام حسینؑ کے مشن کو پائے تکمیل تک پہنچانا تھا لہٰذا آپ نے بیماری میں اسیری برداشت کی۔

تاریکی کے دامن کو چاک کرنا نور کی خاصیت ہے اور نور کی اہمیت کا اندازہ بھی اسی وقت ہوتا جب تاریکی بڑھ جاتی ہے، امام زین العابدین علیہ السلام نور خدا تھے لہٰذا آپ جہاں گئے اموی جاہلیت کی تاریکی کا خاتمہ کر دیا، یہ مبالغہ نہیں بلکہ حقیقت ہے کہ بنی امیہ نے چالیس برس تک شام میں بغض اہلبیت کی ترویج کی ،لوگوں کو اہل بیت اطہار علیہم السلام سے دور رکھا، سوسال تک شام کے علاقہ میں کسی بچے کا نام علی نہیں رکھا گیا۔ جب مولا علی علیہ السلام کی محراب عبادت میں شہادت ہوئی اور اس کی خبر شام پہنچی کہ علی کو مسجد میں شہید کر دیا گیا تو اہل شام نے تعجب سے پوچھا کہ مسجد میں علی کیوں گئے تھے، جب انہیں معلوم ہوا کہ حالت نماز میں مولا کے سر پر ضربت لگی تو انہوں نے حیرت سے پوچھا کہ کیا علی نماز بھی پڑھتے تھے۔ یہ تو بطور مثال ایک واقعہ پیش ہے ورنہ بنی امیہ نے اہل بیت علیہم السلام کے خلاف پروپگندہ کرنے میں کبھی کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ لہٰذا ضرورت تھی کہ شام کے اس گھٹاٹوپ اندھیرے میں نور خدا روشن ہو جو اموی جاہلیت کی شکار انسانیت کو انوار الٰہی سے آشنا کرے۔

المختصر امام زین العابدین علیہ السلام اور آپ کی پھوپھی حضرت زینب کبری سلام اللہ علیہا کی قیادت میں اسیران کربلا کا قافلہ جدھر سے گذرا لوگوں کو حق سے آشنا کرتا ہوا گذرا، کہیں کسی عیسائی نے کلمہ شہادتین زبان پر جاری کیا تو کہیں کسی فریب خورہ نے اپنی غلطی پر شرمندہ ہوتے ہوئے معذرت کی اور حق اہل بیت علیہم السلام کا اعتراف کیا۔

شام کی جامع اموی میں جہاں ہمیشہ لوگوں نے صرف اہل بیت علیہم السلام پر سب وشتم سنے تھے اور ہر دین فروش، ضمیر فروش مقرر نے مال دنیا کی لالچ میں بنی امیہ کی خوشنودی کیلئے اللہ کو ناراض کیا تھا، وہاں امام زین العابدین علیہ السلام نے لوگوں کو حقیقت سے آشنا کیا۔نتیجہ میں جس شام میں قتل حسین پر عید منائی گئی تھی اسی شام میں شریک الحسین زینب کبریٰ ۸ نے مظلوم کربلا کی فرش عزا بچھا کر عزاداری حسین کی بنیاد رکھی۔

امام زین العابدین علیہ السلام شام سے مدینہ واپس آئے تو وہاں بھی تحریک کربلا سے لوگوں کو آشنا کیا کہ جو لوگ کل تک امام حسین علیہ السلام کی دعوت پر لبیک کہنے سے کترا رہے تھے آج اپنی محرومی پر شرمندہ نظر آئے اور یزید کے خلاف اہل مدینہ نے محاذ کھول دیا۔ یزیدی فوج نے مدینہ پر چڑھائی کی اور قتل حسین کے بعد یزید پلید نے حرم نبوی کی حرمت پامال کرنے کا جرم کیا، مدینہ میں نہ کسی کی جان محفوظ تھی، نہ مال اور نہ ہی آبرو محفوظ تھی۔حرم نبویؐ کی اس بے حرمتی کو واقعہ حرہ کینام سے جانا جاتا ہے۔

واقعہ حرہ کے وقت مدینہ میں اگر کسی کا گھر محفوظ تھا تو وہ امام زین العابدین علیہ السلام تھے، آپ اپنے کنبہ کو لیکر بیرون مدینہ اپنی ایک زمین پر خیمہ لگا کر قیام پذیر ہو گئے، اللہ رے کردار اہل بیتؑ کی عظمت مروان بن حکم جیسا دشمن آل رسولؐ جسے رسولؐ وآل رسول علیہم السلام کا بغض اور دشمنی میراث میں ملی تھی بلکہ اس کی پرورش ہی انکی دشمنی میں ہوئی تھی۔ یہ وہی مروان ہے جو امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کے جنازہ کی توہین میں آگے آگے تھا۔ یہ وہی خبیث تھا جس نے حاکم مدینہ کو امام حسین علیہ السلام کے قتل پر اکسایا تھا اور بیعت یزید کیلئے امام حسین علیہ السلام سے اصرار کیا تھا۔لیکن آج جب یزیدی فوج سے خود اسے اپنی ناموس وآبرو کے سلسلہ میں خطرہ محسوس ہوا تو امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں مدد کی درخواست کی جسے امام عالی مقام نے قبول کیا اور اس کی مدد کی۔

امام زین العابدین علیہ السلام واقعہ حرہ یعنی یزید کے خلاف اہل مدینہ کے قیام میں بے طرف رہے، کیوں کہ یہ قیام یزید کے خلاف ضرور تھا لیکن قیام کرنے والوں نے نہ اہل بیت علیہم السلام کو محوریت دی اور نہ ہی حرم نبوی مدینہ منورہ کی حرمت کا پاس ولحاظ رکھا، جس طرح عبداللہ بن زبیر نے حرم الٰہی مکہ مکرمہ اور خانہ کعبہ کے احترام کو ملحوظ خاطر نہیں رکھا۔ جب کہ رسولؐ وآل رسول علیہم السلام نے ہمیشہ ان دو شہروں کی حرمت کو ملحوظ خاطر رکھا، کیوں کہ حکومت واقتدار ان کے لئے وسیلہ تھا مقصد نہیں تھا جب کہ ان اقتدار کے بھوکوں، خواہشات کے اسیروں اور دنیا کے فریب خورہ لوگوں کی نظروں میں دین اور اس کے مقدسات ہمیشہ وسیلہ رہے ہیں اور اقتدار کا حصول مقصد رہا ہے۔لیکن اس کے برخلاف جس قیام میں اہل بیت علیہم السلام کو محوریت حاصل تھی اور امام حسین علیہ السلام کیلئے خلوص سے قیام کیا گیا تھا امام زین العابدین علیہ السلام نے اسکی تائید فرمائی جیسے جناب مختار کا قیام۔

امام زین العابدینؑ کے دور امامت میں اموی اور مروانی غاصبوں نے حکومت کی، سب ایک سے بڑھ کر ایک ظالم وستمگر اور گمراہ تھے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر پابندی تھی، مکہ اور مدینہ جو اللہ ورسولؐ کا حرم ہیں، جہاں وحی الٰہی کا نزول ہوا ہے وہاں نوبت یہ آ گئی کہ یہ دونوں شہر ناچنے اور گانے والوں کا مرکز بن گئے۔ نہ صرف اعمال بلکہ عقائد کیلئے بھی خطرات تھے، دشمنان دین کی جانب سے آئے دن نئے نئے شبہات اور سوالات ایجاد کئے جا رہے تھے۔ایسے عالم میں امت مصطفیؐ کی ہدایت کیلئے ہادی امت امام زین العابدینؑ کے پاس جب نہ منبر تھا، نہ محراب تھی اور نہ ہی آپ مجلس درس منعقد کر سکتے تھے۔آپ نے امت کی ہدایت کیلئے دیگر ذرائع کا استعمال فرمایا جن میں چند مندرجہ ذیل ہیں۔

1۔عزا وبکا

2۔بیان فضائل ومصائب اہل بیت علیہم السلام خصوصا امام حسین علیہ السلام

3۔ دعا: امام زین العابدین علیہ السلام کی دعاوں کا مجموعہ صحیفہ کاملہ ہے۔آپ کی دعائیں مجاوروں والی دعا نہیں ہیں بلکہ مجاہدوں والی دعائیں ہیں، ظاہرا یہ صرف دعائیں ہیں لیکن حقیقت میں اسلامی عقائد، احکام اور اخلاق کا بحر ذخار ہیں۔

4۔خدا اور بندگان خدا کے حقوق سے لوگوں کو آگاہ کرنا ۔(رسالہ حقوق)

5۔غلاموں کی تربیت کر کے انہیں اسلام کا مبلغ بنانا۔ اس سلسلہ میں آپ کا دستور تھا کہ غلام خریدتے، انکی تقریبا ایک سال تک تربیت فرماتے اور عید الفطر یا کسی اور اہم مناسبت پر انہیں آزاد کر دیتے۔بعض روایات کے مطابق آپ نے ایک لاکھ غلام اپنے ذاتی پیسوں سے خریدے، انکی تربیت کی اور انہیں مبلغ اسلام بنا کر آزاد کر دیا۔

ایک اسیر مسافر صراطِ صبر پر

تحریر: مولانا گلزار جعفری

عصرِ عاشورا سے شامِ غریباں تک سارے خوں آشام مناظر چشمِ تاریخ نے دیکھ لیے۔ بھیانک شب اپنے دامنِ دراز کو سمیٹ چکی ہے، اور انقلابِ کربلا کی صبحِ صادق نویدِ پیروزی لے کر دہلیزِ امامت پر دستک دینے لگی ہے۔ ایسا لگتا تھا کہ عالمِ انسانیت کے شعور پر امامت کی شہادت دستک دے چکی، اور ضمیرِ آدمیت کو اب مزید بیدار کرنے کے لیے تشہیرِ شہادت کا فریضہ انجام دینا شروع کیا جانا تھا۔ یہ ذمہ داری ایک مسافر نے، لباسِ اسیری زیبِ تن کر کے، انجام دی۔ دنیا کو بتایا کہ یہ طوق، جو ظلم کی طرف سے پہنایا گیا ہے، حقیقت میں اربابِ حق کے گلے کا ہار ہے، جو جیت کا اعلان کرتا ہے۔ یہ ہتھکڑیاں آزادیِ ضمیر کا پیغام ہیں، یہ بیڑیاں قدموں میں ثبات کا امتحان ہیں، کیونکہ یہ 'اسیر مسافر' شریعت کا ذمہ دار ہے، عصمت کا تاج دار ہے، سید الشہدا کا لختِ جگر، نورِ نظر ہے۔

اسی لیے خاموشی سے، صبر و استقامت کے ساتھ، شریعت کے چراغ جلانے کے لیے صبر و شکیبائی کو اپنا طرۂ امتیاز بنانا ہی ہوگا۔ اپنے خونِ جگر کو چراغِ شریعت میں ڈالنا ہی پڑے گا، تبھی تو قیامت تک اندھیروں کو شکست اور اجالوں کو فتح و کامرانی نصیب ہوگی۔

جب یہ قیدی زمینِ زندگی پر قدم رکھتے ہوئے بوجھل قدموں سے آگے بڑھے گا تو پاں کے آبلوں سے رِسنے والا لہو انسانیت کی کھیتی کو لہلہا دے گا، گلشنِ بشریت میں خوشبوؤں کا بسیرا ہوگا، اور زنجیروں کی جھنکار ہی ایوانِ سلطنت کے سکون کو برباد کر دے گی، تخت و تاج لرزنے لگیں گے۔ یہ گرانیِ طوق ہی تو ہے جو گرانیِ سامعت امت کو سننے کی صلاحیت عطا کرے گی۔ یہ بیڑیاں ہی تو آزادیِ ضمیرِ آدمی کا پیغام دیں گی۔ یہ پاں کے زخم پیامِ حریت کی علامت بن جائیں گے۔

بظاہر قید و بند کی تاریکی ہوگی، مگر شمعِ امامت تو انہی طوفانوں کی طغیانیوں میں بقا کی جانب رواں دواں ہوگی۔

مرض میں ہی تو فرض ادا ہوگا، بیماری ہی میں تو بیداری کا طبل بجانا پڑے گا۔ کمزوری ہی تو پیروزی کی علامت بنے گی۔ لوہے کی گرمی اور شدت ہی سے تو تشہیرِ شہادت کی عبادت ہوگی۔

صراطِ صبر پر ثباتِ قدم ہی تو انسانیت کو استقرار، استقامت اور استدامت عطا کرے گی۔ جبینِ اقدس سے جاری پسینہ ہی تو چشمِ معرفت کے جاری ہونے کا سبب بنے گا۔ آنکھوں کی نمی ہی تو سنگلاخ وادیوں کو موم بنائے گی۔

صبر و شکر کا یہ عظیم جذبہ ہی تو امت میں حوصلوں کی اڑانیں بھر دے گا۔ ایک قیدی ہی تو آزادی کا علم بردار ہوگا۔

جس کا جسم مقید ہو جائے، روح کی آزادی کا وہ پیغمبر بنا دیا جاتا ہے۔

ریگزارِ گرم پر جلتے ہوئے قدموں کے چھالے ہی تو زمینِ زندگی پر آنے والی نسلوں کو چلنا سکھائیں گے۔

مشقتیں ہی تو عشقِ الٰہی کا سرچشمہ بنیں گی۔

شدتِ عطش میں ہی شربتِ شفقت پلایا جائے گا، اس لیے کہ یہ اس کے فرزند ہیں جو ضربت کے بعد قاتل کو شربت پلاتے ہیں۔

اربابِ سیاست کی رفتار سست پڑ جائے گی، مگر رسالت کی فراست، شریعت کی ریاست کو آباد کر کے ہی دم لے گی۔

اربابِ قوت و طاقت تازیانوں کی اذیت دے سکتے ہیں، مگر عزمِ مصمم کی اڑان پر پہرے نہیں بٹھا سکتے۔

جسم کو زخمی تو کر سکتے ہیں، مگر ارادوں کی روح کو مضمحل نہیں کر سکتے۔

راہ میں رکاوٹیں ڈال سکتے ہیں، مگر رہبری و قیادت کی اداؤں کو نہیں روک سکتے۔

سوئے ہوئے قیدی کی زنجیر تو ہلا سکتے ہیں، مگر جب وہ سوئی ہوئی امت کو اپنے لہو کے چھینٹوں سے بیدار کرے گا، تو اس پر قابو نہیں پایا جا سکے گا۔

جب وہ سکون سے خیمے کی چھاں میں نماز ادا کرے، تو اسے ڈھکیل کر دھوپ کی شدت میں کھڑا تو کیا جا سکتا ہے، مگر اسکی مخلصانہ عبادت، منکسرانہ مزاج اور محبت بھرا رویہ چیلنج نہیں کیا جا سکتا۔ اس پر تشدد تو کیا جا سکتا ہے، مگر تشہیرِ شہادت کے مقصد میں ذرہ برابر بھی رکاوٹ نہیں ڈالی جا سکتی۔

اسکے سجدوں کا خلوص ہی تو ہے، اس کی عبادت کی ادائیں ہی تو ہیں، جو اسے سید الساجدین اور زین العابدین کے القاباتِ فاخرہ سے نوازتی ہیں، اور تاجِ کرامتِ عبدیت اس کی جبینِ اقدس کا بوسہ لینے کو بے قرار رہتی ہے۔

درد و الم میں ڈوبی ہوئی تصویر حقیقت بن سکتی ہے، مگر یہ وہ عظیم ذات ہے کہ جس کے قدموں سے لپٹی ہوئی بیڑیاں خود گریاکناں ہوں۔

ظالم بیڑیاں انہیں پہنانے اور کھولنے کے لیے جھکتا ہے، اور جھک کر یہ اعلان کرتا ہے کہ ہمیں امامت کو اسیر کرنے کے لیے ان کے قدموں میں جھکنا ہی پڑتا ہے۔ اور جوان کے کٹ ہوئے سر کو جھکانے کا ارادہ رکھتے ہیں، وہی نیزوں کی بلندیوں پر اس سر کو اٹھا کر لے جاتے ہیں۔ یہ علامت ہے کہ ظالم کبھی قدموں میں جھکتا ہے، کبھی ہمارا سر اٹھا کر لے جاتا ہے۔

یہ سید الساجدین کی جیت ہے کہ دشمن دو باران کی قدم بوسی کرتا ہے؛ بیڑیاں پہناتے ہوئے اور بیڑیاں اتارتے ہوئے۔

وہ عظیم قیدی، وہ اسیر مسافر، جس نے صبر کا کل سرمایہ سمیٹ کر اپنی آنکھوں میں سرمہ بنا کر اس طرح لگا لیا کہ سارے غموں کے آنسوں کو پی گیا، مگر شریعت کے جسم سے لہو کو سوکھنے نہ دیا۔

مقصد کی ترجمانی میں سب کچھ برداشت کیا، مگر لب و لہجے سے پیغامِ امن و اماں، بقائے انسانیت، شرافتِ آدمیت، اطاعتِ خدا و رسول، شجاعتِ شہدائے کربلا، اور حکمتِ اسیرانِ کربلا کو واضح کرتا رہا۔

ریگزارِ گرم کے ذروں کو پاں تلے کچلتا ہوا اپنے مقصد کی جانب گامزن رہا۔

اس کے لہجے کی دھمک نے ایوانِ سلطنت کی دیواروں میں دراڑیں ڈال دیں۔ اس کے صبر نے جبر کے جبڑے ہلا دیے۔

اس کے حوصلے نے یزیدیت کو کچھ حاصل نہ ہونے دیا۔ وہ سب کچھ لوٹ کر بھی ہار گئے، اور یہ سب کچھ لٹا کر بھی جیت گئے۔

ایک اسیر مسافر صراطِ صبر پر، کربلا سے شام تک شہادت کی تشہیر کرتا ہوا، سفرِ عشقِ کربلا کو روانی دیتا گیا۔

کتابِ حکمت کو جوانی دیتا گیا۔

اسیر اور مسافر ہوتے ہوئے، یتیموں کی کفالت کرتا رہا، بیواں کی حفاظت کرتا رہا، مقصد کی ترجمانی کرتا رہا، ظلم کو پانی پانی کرتا رہا۔ پیاس کی شدت میں رہا، مگر سوکھے لبوں سے شکرِ رب بجا لاتا رہا۔

شکوہ اس کی طینت میں تھا ہی نہیں، اس کے لبوں پر آیا ہی نہیں، اس کے احساس میں بسا ہی نہیں، اس کے شعور میں رچا ہی نہیں۔

بلکہ جو چیز رچی بسی تھی، وہ لفظ 'شکر' بتمام معنی تھا۔

وہ مکمل 'حرفِ شکر' کے وجود میں ڈھلا ہوا ایک عظیم مسافر تھا، جس کی ذمہ داری شریعت کی پاسبانی، دین کی نگہبانی، اور حکمتِ امامت کی مکمل دیکھ بھال تھی۔

شام غریباں

تحریر: مولانا گلزار جعفری

یہ الفاظ ذہنِ انسانی میں گردش کرتے ہی مظلومیت کی ایک مکمل داستان اور غم کا ایک طوفان بن کر ابھر آتے ہیں۔ عقل حیرت و استعجاب میں ڈوب جاتی ہے۔ تاریخ کے سنہرے اوراق پر جب صبر کی تفسیر سین نینوا پر ہک کی مانند لکھی جاتی ہے، تو اس عبارت کی حقیقت کو خونِ جگر سے تحریر کرنا چاہیے۔ جب منبر سلونی کی دختر نیک اختر، جلے ہوئے خیموں کی قناتوں پر نمازِ شب ادا کر رہی تھی، جس کے احترام میں اس وقت پوری کائنات کھڑی تھی، مگر غموں اور اندوہ کے بوجھ نے اسے بیٹھا دیا تھا۔ چاروں طرف سے جبر و استبداد نے گھیر رکھا تھا، مگر وہ صبر کی ریگزارِ گرم پر بیٹھ کر حوصلوں کی بلندیوں کی جانب سفر کر رہی تھی۔

ہجرت، معراج، اور عاشور کی شبیں اس شبِ غریباں کا طواف کر رہی تھیں۔ تینوں شبیں چوتھی شب کے عروج کو دادِ سخن دے رہی تھیں، کیونکہ اسی شب نے ہر شب کی آبرو کو قائم رکھا ہے۔ ان کے دامنِ فضیلت میں سمٹے ہوئے مناقب کی عظمت کا احساس کبھی گوش احساس سے جدا نہیں ہوتا۔ اگر عقیلہ بنی ہاشم اس شب میں انقلاب کی ہجرت کو معراج پر نہ پہنچاتی، تو مدینہ کی ہجرت معراج حسینی سے وابستہ نہ ہوتی۔

شبِ غریباں کی گزرتی ہوئی رات بقاِ شریعت کی ترجمان ہے۔ اس شب کی خاموشی میں ہزاروں طوفانوں کی طغیانی اور ان گنت تکلمات کا جوہر بھی پنہاں ہے۔ یہ رات اپنے دامنِ دراز میں صبر کا سرمہ لگائے ہوئے ہے۔ کبھی ایسا لگتا ہے کہ ضبط کا کاجل چشمِ شب میں ظلمتوں کا پتہ دے رہا ہے، مگر عقیلہ بنی ہاشم کے ارادوں کی صلابت چٹانوں سے بھی زیادہ مضبوط اور مستحکم نظر آتی ہے۔

یوں تو شہزادی اس شب میں فانوسِ حقیقت بن کر شمعِ امامت کی حفاظت میں تھی، مگر شعور کی شاہراہوں پر، ضمیروں کی عدالتوں میں انصاف کے دیپ روشن کر رہی تھی۔ کس میں دم ہے جو فکرِ زینب کے زائچہ کو کھینچ سکے؟ طائرِ تخیل پرواز سے عاجز نظر آتا ہے۔ صرف فکرِ معصوم ہی سرحدِ فکرِ شامِ غریباں کا ادراک کرسکتی ہے۔

شہزادیِ علیا مقام، تصویرِ استقامت میں تاثیرِ صبر کے پیمانے ناپ رہی ہے۔ تین شبانہ روز کے بھوکے پیاسے بچے، جن کے ماتھے پر داغِ یتیمی بھی لگ چکا ہے، دامن میں آگ کے شعلوں کی لپکوں کا احساس بھی کر رہے ہیں اور کروٹیں لے رہے ہیں۔ نفسِ مطمئنہ کی چھوڑی ہوئی میراث، اطمینان کی باریک ڈگر پر یقین کے ساتھ کھڑے ہیں، یتیمانِ آلِ رسول۔

ایک عہد نو لکھا جا رہا ہے۔ یزیدیت کے سپاہی جیت کے جشن میں شراب کے نشے میں مدہوش ہیں، انہیں کیا معلوم کہ عصمت کی میر کارواں، خیمے کی جلی ہوئی لکڑیوں کی راکھ پر، خاکِ شفا کی عظمت کو دنیا کے گوشے گوشے میں پھیلانے کی منصوبہ بندی کر رہی ہے۔ تسبیحِ زہرا کے دانوں سے تقدیرِ شریعت کی الجھی ہوئی زلفوں کو سلجھا رہی ہے۔

بیواؤں، یتیموں، غریبوں، مظلوموں، بیکسوں کی تمام تر آس و اسرا اب زینبِ علیا مقام کے علاوہ کوئی نہیں ہے۔ جسطرح امامِ وقت کی غشی پر نظر جاتی ہے، تو لگتا ہے کہ ذریت ابراہیم اور نسلِ اسماعیل کی پاسبانی بھی اسی بی بی کے دستِ مقدس میں ہے، جس سے وہ ایک تاریخ لکھ رہی ہے۔ اس کے ہاتھوں میں قلم نہیں، مگر عباس کے قلم شدہ شانوں کی طاقت ہے۔ اسکے پاس سین تاریخ کا کوئی صفحہ نہیں، مگر علی اکبر کے اس سینے کا حوصلہ ہے جس نے نیزے کی انی کو توڑ دیا تھا۔

تاریخ کے پراگندہ اوراق کو اب ایسے ہی سمیٹنا تھا جیسے غریب زہرا نے بکھرے ہوئے لاشوں کو جمع کیا تھا۔ اس بی بی کے حوصلوں کے حصار میں امامت کا انحصار ہے۔ کسی کے پاس وہ فکری سرمایہ نہیں جسے جمع کر کے وہ زینبِ علیا کی حکمتِ کاملہ کا ادراک بھی کر سکے۔

چشمِ فلک جھک جھک کر جسے سلام کرے، دشتِ ارضِ نینوا کی خاک کے ذرے اڑ اڑ کر جس کی قدم بوسی کرے، ریگستانوں کے بگولوں میں جھومتی ہوئی دائری کیفیت شہزادی کا طواف کر رہی تھی۔

ایک بی بی نا جانے اپنے کتنے ارمانوں کی چتا پر کھڑی ہو کر حسرتوں کے جنازے نکلتے دیکھ رہی تھی۔ آرزوں کے لاشے تڑپ رہے تھے، مگر قلبِ زینب کا اطمینان ارجعی الی ربک کی تفسیرِ حقیقت و مصداقیت کا لباس فاخرہ زیب تن کر رہا تھا۔ فادخلی فی عبادی کی فافوریتِ جزائے حقیقت کی جانب عجلت و سرعت کا اشارہ کر رہی تھی۔

زینب، زینتِ پدرِ زمینِ کربلا پر بیٹھ کر ضمیرِ انسانیت کو جھٹکے دے رہی تھی۔ کون جانتا ہے کہ اس بھیانک شب کی خاموشی کو حرفِ تکلم زینب نے دیا۔

رنج والم میں ڈوبی ہوئی شہزادی آنکھوں کو نم کرتی ہے، مگر صبر کا سرمہ بہنے نہیں دیتی۔ بھوک، پیاس نے بشریت کے تقاضے پورے کرنے میں چہرے پر اضمحلال تو طاری کیا ہے، مگر پیشانی کی وسعتوں میں جو حوصلوں کی شکن ہے، اس نے ظلم و جور کے ہر بت کی بت شکنی کی ہے۔

توکلِ علی اللہ کی اگر منزلِ حقیقت دیکھنی ہے تو ذاتِ زینبِ عالی وقار کو دیکھو، جہاں صفاتِ جلال و جمالِ علوی کا عکس عیاں نظر آتا ہے۔ شجاعتِ حسنی کی امین، خطابتِ علوی کی رہینِ فراست، فاطمی کی ذہانت، صلحِ حسن کی جبین، تحفظِ امامت کی رکنِ رکین، ایک شب میں میرِ کاروانِ حسینی بھی ہے اور ہر ذہن و قلب میں آنے والی صبح کی امنگیں بھی ہیں۔

ماہ صفر المظفر

مولانا سید علی ہاشم عابدی

ماہ صفر ہجری سن کا دوسرا مہینہ ہے۔ جناب شیخ عباس قمیؒ نے مفاتیح الجنان میں لکھا یہ مہینہ اپنی نحوست کے ساتھ مشہور ہے۔ مرحوم محدث نے لفظ مشہور تحریر فرمایا یعنی اس کی نحوست کے سلسلہ میں کوئی ٹھوس ثبوت نہیں ہے اور اگر کوئی روایت ہے بھی تو روایات و احادیث کے ماہرین نے اسے ضعیف قرار دیا ہے اور بعض علما نے اس کی نحوست کی شہرت کی دو وجہیں جانی ہیں۔ ایک رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی رحلت۔ دوسرے تین حرام مہینوں (ذی القعدہ، ذی الحجہ اور محرم) کے بعد اس ماہ کی آمد ہے۔ المختصر اس کی نحوست قرآن و احادیث سے ثابت نہیں ہے، لہٰذا تیرہ تیزی کی بھی کوئی دینی اور شرعی حیثیت نہیں ہے۔ شیخ عباس قمیؒ نے مفاتیح الجنان میں اس ماہ کے اعمال، نمازیں اور دعائیں بیان کی ہیں جو عمل کرنیوالوں کیلئے مصیبت و بلا سے حفاظت کی ضامن ہیں۔

ذیل میں ماہ صفر کی مناسبتیں پیش ہیں:

یکم صفر المظفر

1۔ مکہ مکرمہ کے تین نامور مشرکوں عمرو بن عاص، خالد بن ولید اور عثمان بن ابی طلحہ نے اسلام قبول کیا۔

2۔ جنگ صفین۔

3۔ اسیران کربلا شام پہنچے۔

4۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے فرزند جناب زید شہید رضوان اللہ تعالی علیہ نے اموی حکومت کے خلاف قیام کیا۔

2 صفر المظفر

1۔ اسیران کربلا دربار یزید پلید میں۔

2۔ شہادت جناب زید ابن امام زین العابدینؑ

3 صفر المظفر

1۔ ولادت امام محمد باقر علیہ السلام (ایک روایت)

2۔ ولادت بوعلی سینا (عظیم فلسفی اور نامور حکیم)

3۔ معروف اہل سنت شافعی محدث، مورخ اور قاضی ابوعبداللہ حاکم نیشاپوری نے اس دنیا سے رحلت کی۔

4۔ وفات آیت اللہ العظمی محمد علی شاہ آبادیؒ (استاد امام خمینی)

4 صفر المظفر

1۔ واقعہ کربلا کی خبر مدینہ منورہ پہنچی۔

2۔ مغول بادشاہ ہلاکو خان نے عباسی حکومت کا خاتمہ کیا۔

6 صفر المظفر

1۔ وفات شاعر اہلبیت جناب شہریار مرحوم

فارسی زبان و ادب کے معروف شاعر جناب سید محمد حسین شہریار مرحوم کا مشہور کلام علی ای ہمائی رحمت تو چہ آیتی خدارا ہے۔

7 صفر المظفر

1۔ شہادت امام حسن مجتبیٰؑ (بروایت شیخ مفید)

2۔ ولادت حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام

3۔ وفات آیت اللہ العظمی سید شہاب الدین مرعشی نجفیؒ (مرجع تقلید و بانی کتب خانہ مرعشی قم مقدس)

8 صفر المظفر

1۔ وفات حضرت سلمان محمدی (فارسیؓ)

جناب سلمان فارسی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے جلیل القدر صحابی اور امیر المومنین علیہ السلام کے حامی تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا سلمان ہم اہل بیت میں سے ہیں۔

2۔ وفات مرجع عالی قدر استاد الفقہا والمجتہدین آیت اللہ العظمی سید ابوالقاسم خوئیؒ

9 صفر المظفر

1۔ شہادت حضرت عمار یاسر علیہ السلام

اسلام کے پہلے شہید حضرت یاسر اور حضرت سمیہ کے فرزند حضرت عمار یاسر علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے جلیل القدر صحابی اور امیر المومنین علیہ السلام کے سچے شیعہ اور حامی تھے۔ حضورؐ نے آپ کے سلسلہ میں فرمایا: عمار کو باغی گروہ قتل کرے گا۔ جنگ صفین میں آپ کی شہادت لشکر شام کی ابدی رسوائی کا سبب بنی۔

2۔ شہادت حضرت خزیمہ بن ثابت علیہ السلام

حضرت خزیمہ بن ثابت علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے جلیل القدر صحابی تھے۔ رسالت مآبؐ پر یقین و اطمینان کے سبب حضورؐ نے آپ کو ذوالشہادتین (یعنی آپ کی تنہا گواہی دو عادل گواہوں کی گواہی کے برابر ہے) کا لقب دیا۔ جنگ صفین میں آپ کی شہادت بھی جناب عمار کی شہادت کی طرح امیر المومنین علیہ السلام کی حقانیت اور لشکر شام کی رسوائی کا سبب بنی۔

3۔ شہادت جناب عبداللہ بن بدیل خزائی علیہ السلام

جناب عبداللہ بن بدیل خزائی علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے جلیل القدر صحابی تھے۔ خلیفہ سوم کے قتل کے بعد آپ ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے امیر المومنین علیہ السلام کے دست مبارک پر سب سے پہلے بیعت کی۔ جنگ جمل و صفین میں امیر المومنین علیہ السلام کی رکاب میں جنگ کی اور جنگ صفین میں ہی شہید ہوئے۔ نیز آپ حدیث غدیر کے گواہ بھی تھے۔

10 صفر المظفر

1۔ سریہ بئر معونہ

سریہ بئر معونہ کہ جسمیں مشرکین نے وعدہ کے برخلاف رسول اللہؐ کے نمائندوں کو شہید کر دیا۔ حضورؐ نے چالیس دن تک نماز صبح کے بعد قاتلوں پر لعنت کی۔

2۔ لشکر شام نے جنگ صفین میں قرآن کریم کو نیزوں پر بلند کیا۔

3۔ شہادت حضرت سکینہ بنت الحسینؑ (مشہور)

4۔ وفات آیت اللہ العظمی سید عبدالہادی شیرازیؒ

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

11 صفر المظفر

1۔ لیل الہریر (جنگ صفین میں وہ شب جسمیں امیر المومنین علیہ السلام اور لشکر شام میں شدید جنگ ہوئی۔

2۔ وفات علامہ اردوبادی رحمۃ اللہ علیہ

چودہویں صدی ہجری کے معروف شیعہ عالم، فقیہ اور شاعر علامہ محمد علی غروی اردوبادیؒ نے آیت اللہ العظمیٰ شیخ الشریعہ اصفہانیؒ، آیت اللہ العظمیٰ محمد حسین غروی اصفہانیؒ اور آیت اللہ العظمیٰ محمد جواد بلاغی سے کسب فیض کیا اور درجہ اجتہاد پر فائز ہوئے۔ آپ نے کتاب الغدیر میں علامہ امینیؒ کی مدد کی اور اس کی ادبی تسامحات کو دور کیا۔ اسی طرح شیخ عباس قمیؒ کی معروف کتاب الکنی والالقاب میں نمایاں خدمات اس شرط کے ساتھ انجام دی کہ کتاب میں کہیں بھی انکا ذکر نہیں ہوگا۔ اسی طرح مختلف اسلامی موضوعات پر تیس سے زیادہ کتابیں لکھی اور اہلبیت علیہم السلام کی مدح میں قصائد اور مصیبت میں مرثیہ لکھے۔

12 صفر المظفر

1۔ وفات نبی خدا حضرت ہارون علیہ السلام (کلیم خدا حضرت موسی علیہ السلام کے بھائی اور وزیر)

2۔ صلح ابوا (یاودان)

قبیلہ ضمرہ کی دھمکیوں کا جواب دینے کیلئے رسول اللہ ﷺ لشکر لے کر ابوا تشریف لے گئے۔ جب قبیلہ ضمرہ نے لشکر اسلام کو دیکھا تو صلح کی پیشکش کی۔ حضورؐ نے ان کی درخواست قبول کی اور مندرجہ ذیل شرطوں پر صلح ہوئی۔

الف۔ ایک دوسرے کے خلاف لشکر اور اسلحہ جمع نہیں کریں گے۔

ب۔ ایک دوسرے کے دشمن کی کسی بھی طرح کی مدد نہیں کریں گے۔

13 صفر المظفر

1۔ حکمیت کا معاملہ طے ہوا۔

میدان صفین میں شکست سے بچنے کی خاطر حاکم شام نے قرآن کریم کو نیزہ پر بلند کرایا۔ جس سے امیر المومنین علیہ السلام کے لشکر میں موجود منافقین اور ضعیف العقیدہ سپاہی دھوکہ کھا گیا۔ نتیجہ میں دونوں لشکر کی جانب سے حکمیت طے ہوئی کہ ابوموسی اشعری امیر المومنین علیہ السلام کا نمائندہ منتخب ہوا اگرچہ مولا اس انتخاب سے راضی نہیں تھے اور عمرو عاص حاکم شام کا نمائندہ مقرر ہوا۔ عمرو عاص نے ابوموسی اشعری کو دھوکہ دے کر کامیابی حاصل کر لی۔ لیکن افسوس جن لوگوں نے آپ کو حکمیت اور ابوموسی اشعری کو بطور حکم قبول کرنے پر مجبور کیا تھا وہی لوگ شکست کھانے کے بعد آپ کے مخالف ہوگئے۔ جس کے نتیجہ میں جنگ نہروان ہوئی۔

2۔ وفات امام نسائی

اہلسنت کے معروف عالم، محدث اور مولف جناب احمد بن علی العروف بہ امام نسائی جنکی کتاب السنن صحاح ستہ میں شامل ہے۔ امام نسائی جب مصر سے شام پہنچے تو وہاں لوگوں کو دیکھا کہ وہ حضرت امیر المومنینؑ پر سب وشتم کر رہے ہیں تو شام والوں کی ہدایت کیلئے ایک کتاب خصائص امیر المومنین لکھی۔ اہل شام نے حاکم شام کی فضیلت میں ان سے روایت پوچھی تو انھوں نے کہا کہ مجھ تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صرف یہ روایت پہنچی کہ خدا اس کے شکم کو سیر نہ کرے یہ سننا تھا کہ شام والوں نے امام نسائی کو اتنا مارا کہ وہ موت سے نزدیک ہو گئے۔ انھوں نے کہا کہ مجھے مکہ مکرمہ لے چلو۔ راستے میں یا مکہ پہنچ کر ان کا انتقال ہو گیا۔

14 صفر المظفر

1۔ شہادت حضرت محمد بن ابی بکر علیہ السلام

آپ خلیفہ اول جناب ابوبکر اور جناب اسما بنت عمیس کے بیٹے تھے۔ اسما بنت عمیس جناب جعفر طیار کی زوجہ تھیں۔ انکی شہادت کے بعد جناب ابوبکر سے شادی ہوئی۔ حج الوداع کے موقع پر مقام ذوالحلیفہ پر پیدا ہوئے۔ جب جناب محمد دو برس چند ماہ کے ہوئے تو انکے والد اس دنیا سے کوچ کر گئے۔ آپ کی والدہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی زوجیت میں آ گئیں اور آپ بھی اپنے والدہ کے ساتھ امیر المومنین علیہ السلام کے گھر گئے اور وہیں پروان چڑھے۔

جناب محمد بن ابی بکر علیہ السلام امیر المومنین علیہ السلام کے مخلص حامی اور شیعہ تھے۔ جنگ جمل اور صفین میں امیر المومنین علیہ السلام کی رکاب میں جہاد کیا۔ حاکم شام نے آپ کو زندہ گدھے کی کھال میں لپیٹ کر نذر آتش کرا کر شہید کرا دیا۔ آپ کی شہادت پر مولی علی نے فرمایا: وہ اللہ کا صالح بندہ اور میرا فرمانبردار بیٹا تھا۔

2۔ آخری اموی حاکم مروان حمار کی حکومت کا آغاز۔

3۔ ولادت عالم، حکیم، محدث، مفسر اور فقیہ ملا محسن فیض کاشانیؒ۔

15 صفر المظفر

1۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیمار ہوئے اور اسی بیماری میں دنیا سے رخصت ہو گئے۔

2۔ وفات عالم، محدث وفقیہ جناب حسین بن عبید اللہ غضائریؒ۔

آپ عظیم شیعہ عالم احمد بن حسین بن عبید اللہ بن ابراہیم غضائریؒ کے والد، مربی اور استاد تھے۔ آپ کے شاگردوں کی طویل فہرست ہے جن میں معروف عالم و معلم اور ماہر علم رجال جناب احمد بن علی نجاشیؒ اور شیخ الطائفہ جناب شیخ طوسیؒ کے اسمائے گرامی سرفہرست ہیں۔ شیخ طوسیؒ نے صحیفہ کاملہ آپ کے ہی حوالے سے نقل کیا ہے۔

17 صفر المظفر

1۔ شہادت امام علی رضا علیہ السلام (ایک روایت)

18 صفر المظفر

1۔ شہادت جناب اویس قرنی رضوان اللہ تعالی علیہ۔

جناب اویس قرنیؓ اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں موجود تھے، حضور کی زیارت کیلئے مدینہ منورہ بھی تشریف لائے لیکن زیارت کا شرف حاصل نہ ہو سکا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کے سلسلہ میں جنت کی بشارت دی۔ آپ امیر المومنینؑ کے سچے شیعہ اور صحابی تھے۔ زہد وعبادت اور اطاعت آپ کی زندگی کا نصب العین تھا۔ آپ نے جنگ صفین میں امیر المومنین علیہ السلام کی رکاب میں جہاد کیا اور شہید ہوئے۔

2۔ وفات صاحب عبقات الانوار علامہ میر حامد حسین موسوی رحمۃ اللہ علیہ

تیرہویں صدی ہجری کے مشہور شیعہ عالم، فقیہ، مجتہد اور متکلم پاسبان ولایت علامہ میر حامد حسین موسویؒ کو ایک نامور دینی، علمی اور سادات خانوادہ میں پیدا ہوئے آپ کے والد علامہ سید محمد قلیؒ نامور عالم، فقیہ، محدث، مورخ اور متکلم تھے۔ جو والد ہونے کے ساتھ ساتھ آپ کے استاد بھی تھے۔

مطالعہ، تحقیق اور تالیف ہی علامہ میر حامد حسین موسویؒ کا دستور زندگی تھا۔ کثرت سے لکھتے تھے لیکن کبھی بھی غیر اسلامی ممالک کے کاغذ وقلم استعمال نہیں کیا۔ آپ کی تالیفات و تصنیفات کی طویل فہرست ہے جسمیں عبقات الانوار فی امام الائمۃ الاطہار زیادہ مشہور ہے۔ عصر تالیف سے آج تک بزرگ علما، مجتہدین اور اہل نظر اسکی عظمتوں کا قصیدہ پڑھتے نظر آئے ہیں۔

3۔ وفات آیت اللہ علامہ حسن زادہ آملیؒ

پندرہویں صدی ہجری کے مشہور عالم، عارف، فقیہ، متکلم اور فیلسوف آیت اللہ علامہ حسن زادہ آملیؒ نے مختلف عناوین پر تقریریں کی، دروس کہے اور کتابیں لکھیں جو آپ کے باقیات الصالحات کیساتھ ساتھ نسل حاضر وآئندہ کیلئے مشعل راہ ہیں۔

20 صفر المظفر

1۔ چہلم امام حسین علیہ السلام

2۔ اسیران کربلا قید خانہ شام سے رہا ہوکر کربلا پہنچے۔

3۔ صحابی رسول جناب جابر بن عبداللہ انصاری جناب عطیہ کے ہمراہ امام حسین علیہ السلام کی زیارت کے لئے کربلا معلی پہنچے۔

4۔ شہدائے کربلا کے سر ہائے مبارک انکے جسموں سے ملحق ہوئے۔

5۔ ولادت مرجع عالی قدر آیت اللہ العظمیٰ سید شہاب الدین مرعشیؒ

6۔ وفات آیت اللہ محمد علی عمریؒ

سعودی عرب کے مشہور شیعہ عالم دین، اہل مدینہ اور سعودی شیعوں خاص طور پر نخاولہ جماعت کے رہبران میں سے تھے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ان کا سلسلہ نسب امام زمانہ علیہ السلام کے پہلے نائب خاص جناب عثمان بن سعید عمری رضوان اللہ تعالی علیہ سے ملتا ہے۔ ان کا نفوذ، دینی اور سماجی اثر و رسوخ کا دائرہ جدہ اور مکہ تک تھا۔ سعودی حکومت ان کے ذریعہ سے مدینہ کے شیعوں سے رابطہ برقرار کرتی تھی۔ انہیں آل سعود حکومت کی طرف سے کئی بار جیل اور پھانسی کی سزا سنائی گئی اور ایک بار وہ پھانسی کے ناکام پھندے سے بھی واپس آئے۔ انہیں شیعہ مراجع تقلید کی طرف سے سعودی عرب کے شیعوں کے لئے نمائندگی بھی حاصل تھی۔

22 صفر المظفر

1۔ حضرت ولی عصر عجل اللہ تعالی فرجہ الشریف کی توقیع شریف (خط) جناب شیخ مفیدؒ کو موصول ہوا۔

2۔ مراجع کرام رحمۃ اللہ علیہم نے روس کے خلاف جہاد کا فتوی دیا۔

آیت اللہ العظمیٰ سید اسماعیل صدرؒ، آیت اللہ العظمیٰ محمد تقی شیرازیؒ اور آیت اللہ العظمیٰ عبداللہ مازندرانیؒ نے اس زمانے کی بڑی اسلام دشمن طاقت روس سے جہاد کا فتوی دیا۔

23 صفر المظفر

1۔ وفات آیت اللہ العظمیٰ محمد باقر آقا نجفی اصفہانیؒ

تیرہویں صدی ہجری کے معروف شیعہ عالم، فقیہ اور اصولی آیت اللہ العظمیٰ محمد باقر آقا نجفی اصفہانیؒ نے آیت اللہ العظمیٰ حسن کاشف الغطاؒ، صاحب جواہر آیت اللہ العظمیٰ محمد حسن نجفیؒ اور آیت اللہ العظمیٰ شیخ مرتضی انصاریؒ سے کسب فیض کیا اور درجہ اجتہاد پر فائز ہوئے۔

نجف اشرف سے اصفہان تشریف لائے، اصفہان کی مسجد شاہ میں جمعہ و جماعت قائم کیا اور تدریس شروع کی۔ آپ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر خاص توجہ دیتے تھے۔ مومنین پر مہربان اور بے دینوں پر شدید تھے۔ آپ کے تین بیٹے تھے، وہ تینوں عالم اور فقیہ تھے۔

24 صفر المظفر

1۔ رسول اللہؐ کی بیماری شدید ہوئی۔

2۔ وفات صاحب بن عباد۔

چوتھی صدی ہجری کے معروف شیعہ دانشور، ادیب اور آل بویہ حکومت کے وزیر جناب اسماعیل بن عباد المعروف بہ صاحب بن عباد کی دینی، علمی، ادبی اور تعمیری خدمات قابل قدر ہیں۔ آپ عظیم عالم و فقیہ جناب شیخ صدوقؒ کے زمانے میں تھے بلکہ ان سے رابطے میں تھے۔

25 صفر المظفر

1۔ رسول اللہؐ نے امت کی ہدایت کیلئے کاغذ و قلم مانگا تا کہ ایک تحریر لکھ دیں جس سے امت کبھی گمراہ نہ ہو۔ لیکن افسوس گستاخ رسالت نے گستاخانہ انداز میں یہ کہتے کاغذ و قلم دینے سے منع کر دیا کہ (معاذ اللہ) اس آدمی (رسول اللہؐ) کو ہذیان ہو گیا ہمارے لئے کتاب خدا کافی ہے۔ جمعرات کے دن یہ حادثہ پیش آیا تھا اسلئے جناب ابن عباس پوری زندگی آہ جمعرات کہہ کر گریہ کرتے تھے۔ اگر یہ تحریر لکھ جاتی تو شائد آج امت مسلمہ کو مشکلات سے دوچار نہ ہونا پڑتا

26 صفر المظفر

1۔ رسول اللہؐ نے اہل روم کے شر کو دفع کرنے کیلئے مسلمانوں کو حکم دیا کہ اسامہ بن زید کے لشکر میں شامل ہو کر جہاد کیلئے جائیں۔ لیکن افسوس جس طرح کاغذ و قلم کے مطالبہ کو ٹھکرایا گیا اسی طرح اس حکم کی بھی نافرمانی کی گئی۔

2۔ اموی حکومت کا خاتمہ

معاویہ بن ابی سفیان نے اموی حکومت کو قائم کیا اور وہ اس سلسلہ کا پہلا حاکم تھا۔ آخری اموی حاکم مروان حمار پر اس حکومت کا خاتمہ ہوا۔ بنی امیہ کے بعد بنی عباس برسر اقتدار ہوئے۔ جنہوں نے ظلم کی نئی تاریخ رقم کی۔

27 صفر المظفر

1۔ رسول اللہؐ نے رومیوں سے جنگ کیلئے اسامہ کو لشکر کشی کا حکم دیا۔

2۔ صلاح الدین ایوبی ہلاک ہوا۔

3۔ وفات مرجع تقلید، مفسر قرآن آیت اللہ العظمیٰ سید ابو الاعلی سبزواریؒ

4۔ وفات عالم، محقق، مورخ آیت اللہ سید جعفر مرتضی عاملیؒ (صاحب الصحیح من سیر النبیؐ الاعظم و ماسا الزہرا)

28 صفر المظفر

1۔ شہادت رسول خدا حضرت محمد مصطفیؐ

2۔ آغاز امامت حضرت امیر المومنین امام علیؑ

3۔ غصب حکومت اسلامی

4۔ شہادت حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام

5۔ وفات فقیہ و خطیب اہلبیت علامہ شیخ جعفر شوستریؒ صاحب کتاب خصائص حسینیہ۔

29 صفر المظفر

1۔ مشرکین مکہ نے رسول اللہؐ کے قتل کی سازش کی۔ بعثت

2۔ شہادت حضرت امام علی رضا علیہ السلام (روایت)

خدایا مجھے اپنی، اپنے رسولؐ اور اپنی حجت کی معرفت عطا فرما اور توفیق اطاعت کرامت فرما۔

ماہِ صفر المظفر اور ہمارا معاشرہ

صفر المظفر لغوی اعتبار سے اِس کے معنی خالی یا زرد کے ہیں۔ ایامِ جاہلیت میں اس نام کے دو مہینے تھے صفر الاولی اور صفر الآخرہ۔ اسلامی کیلنڈر کا آغاز ہوا تو صفر الاولی کی جگہ محرم الحرام نے لے لی اور صفر الآخرہ، صفر المظفر بن گیا۔ صفر کو صفر اس لئے کہا گیا کہ عرب اس ماہ میں قتل و غارت گری کرتے تھے اور ان کے گھر خالی رہتے تھے۔ یہ بھی روایت ہے کہ جب ابتدا میں یہ نام وجود میں آیا تو یہ مہینہ موسمِ خزاں میں آتا تھا اور درختوں کے پتے زرد ہو جاتے تھے۔ صفر کے ایک اور معنی عربی میں پیٹ کے وہ کیڑے ہیں جو بھوک لگنے پر آنتوں کو کاٹتے ہیں۔ اس ماہ میں حضرت سیدنا آدم علیہ السلام جنت سے نکالے گئے۔

یہ اسلامی کیلنڈر کا دوسرا مہینہ ہے۔ اللہ رب العزت کا ہم تمام مسلمانانِ عالم پر احسانِ عظیم ہے کہ اس نے ہم بندوں کو ایک تو خیر امت ہونے کی کامیابی کی بشارت سنایا ہے اور دوسرا اللہ تعالی نے حضور نبی کریم ﷺ کے نعلین پاک کے تصدق، ارض و سما کی بے حساب نعمتیں عطا فرمایا۔

ہم مولائے ذوالجلال کا شکرِ حقیقی اختیار کرنے کے بجائے، دور جاہلیت کے بے جا رسم و رواج کے پیچھے پڑ کر اپنی قیمتی جانوں کو برباد کر رہے ہیں، جو کہ ہم سب کے مسلم معاشرے کیلئے ایک لمحہ فکر ہے۔ جیسا کہ ہمارے معاشرے میں یہ بات کھل کر سامنے آرہی ہے کہ صفر المظفر کا مہینہ شروع ہوتا ہے تو کچھ لوگ اس ماہ مبارک کو غلط تصور کرتے ہوئے یہ کہتے پھرتے ہیں کہ یہ آزمائشِ خداوندی ہے تو اِس میں ہمارا کیا قصور ہے؟

اللہ تبارک وتعالی نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے اللہ تعالی نے زندگی اور موت کو بنایا ہے تاکہ تمہیں آزمایا جائے یعنی تم سے امتحان لیا جائے کہ تم میں کون ہے وہ شخص جو حسن عمل کریگا۔ (سورۂ ملک) سورۂ ملک کی اس آیت سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالی اگر اپنے بندوں کے استقامت کو دیکھنے کیلئے تکلیف میں مبتلا کرتا ہے تو صرف اتنی ہی تکلیف دیتا ہے جتنی کہ بندہ برداشت کرسکتا ہے۔ جیسا کہ سورۂ بقرہ کی آخری آیت میں ارشاد ہو رہا ہے بندے کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دی جاتی۔ لیکن اکثر و بیشتر تو یہی دیکھنے میں آتا ہے کہ خود لوگ اپنے ہاتھوں سے مصیبت کو اپنا مسکن بنا لیتے ہیں جس میں تھوڑی سی دنیوی شہرت یا دنیوی راحت حاصل ہوتی ہے لیکن اس کے اندر اللہ کی ناراضگی کو نہیں دیکھتے۔

قبورِ معصومین کی زیارت کا ثواب

وہابی اہل اسلام کے بہت سے امور کو شرک سمجھتے ہیں، انھیں میں سے ایک بزرگانِ دین کے مزارات کی زیارت ہے . وہابیوں کو زیارت کا عمل شرک نظر آتا ہے۔ جبکہ شیعہ مسلک میں خصوصی طور پر ائمہ کی زیارتوں کا بہت زیادہ ثواب بیان کیا گیا ہے۔ کچھ روایتوں میں زیارت کا ثواب ایک حج اور ایک عمرہ ہے، تو بعض میں اس سے بھی زیادہ یعنی کئی کئی حج وعمرہ کا ثواب بیان ہوا ہے۔ ظاہر ہے وہابی فکر ان نورانی روایات میں پوشیدہ راز کو نہیں سمجھ پاتی لہٰذا ان کی ناقص توحید اور اس سے زیادہ ناقص ان کی فکر پر شیعوں پر شرک کرنے کا الزام لگاتی ہے۔ ابن تیمیہ کا یہ جملہ اس کی ایک مثال ہے:

(منہاج السن ابن تیمیہ، ج3، ص451)

مختصر یہ کہ ان وہابیوں کا اور ان کے شیخ ابن تیمیہ کا اعتراض یہ ہے کہ کیسے ممکن ہے کہ کسی مخلوق کی زیارت کا ثواب بیت اللہ کی زیارت سے زیادہ کا ثواب رکھے؟

اس سوال کا جواب ہم دو قسطوں میں دیں گے۔ ایسا نہیں ہے کہ صرف زیارت کرنے پر ہی حج کے برابر ثواب ملتا ہے بلکہ روزانہ کے اعمال بجالانے پر بھی ارحم الراحمین خدا حج کرنے کا ثواب عطا کرتا ہے۔ اس قسط میں ہم ان میں سے چند کا ذکر اہل تسنن کی کتابوں سے کر رہے ہیں تا کہ وہابیوں پر حجت قائم کردیں۔

ایک روزمرہ کا عمل تو یہی ہے کہ فجر کی نماز کے بعد سے طلوع شمس تک مسجد ہی میں ٹھہرنا اور پھر دو رکعت نماز پڑھنا:

انس بن مالک سے روایت ہے کہ آنخضرتؐ کا فرمان ہے: (ترجمہ) جس نے جماعت سے فجر کی نماز پڑھی پھر خود کو ذکرِ خدا میں مشغول کرلے یہاں تک کہ سورج طلوع ہوجائے پھر وہ دو رکعت نماز پڑھے، تو اس کے لئے مکمل حج اور عمرے کے برابر ثواب ہے۔ (صحیح الترمذی:586)

یہی حدیث الفاظ کی معمولی تبدیلی کے ساتھ اس طرح بھی وارد ہے۔ (ترجمہ) جس نے جماعت سے فجر کی نماز پڑھی اور پھر وہیں ٹھہرا رہا یہاں تک کہ اس نے ظہر کی نماز پڑھ لی تو اس کیلئے حج کرنیوالے اور عمرہ کرنیوالے کے برابر ثواب ہے یعنی مکمل حج اور مکمل عمرے کا ثواب ہے۔ (صحیح الترغیب:469)

اتنا ہی نہیں صرف جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنا بھی حج کا ثواب رکھتا ہے۔ صحیح مسلم میں ایک روایت کے مطابق نماز عشا اور نماز ظہر جماعت کے ساتھ ادا کرنا بھی حج کا ثواب رکھتا ہے۔

طبرانی اور حاکم نیشاپوری نے یہ روایت ابوامامہ سے نقل کی ہے کہ (ترجمہ) جو مسجد میں صرف اس نیت سے جائے کہ کوء نیک بات سیکھے یا کسی اور کو کوء نیک بات سکھائے تو اسکو مکمل حج کرنے کا ثواب ملتا ہے۔

مسجد قبا میں نماز ادا کرنا بھی عمرہ کا ثواب رکھتا ہے (ابن ماجہ ۲۱۱)

ان تمام روایات سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ صرف زیارت ہی نہیں بلکہ بہت سے بظاہر چھوٹے اور روزانہ کے اعمال بھی حج کا ثواب رکھتے ہیں۔ اگر ان اعمال کے عوض حج جیسی عظیم اور دشوار عبادت کا ثواب حاصل کیا جاسکتا ہے تو زیارت کے لیے اگر رب الارباب حج کا ثواب عطا کرے تو اس پر تعجب کیوں ہوتا ہے؟؟ جب یہ عقیدہ رکھنا کہ خدا ان روزمرہ کے اعمال کو ادا کرنے پر حج کا ثواب دیتا ہے شرک نہیں ہے پھر یہ عقیدہ کہ وہی خدا زیارت پر حج کا ثواب عطا کرتا ہے، شرک کیسے ہوسکتا ہے؟ وہابیوں کے لیے یہ بات واضح کردینا ضروری ہے کہ ائمہ معصومین کی زیارت پر جانے والا زائر یہ عمل خدا کی قربت حاصل کرنے کے لیے انجام دیتا ہے۔ جس طرح اوپر دیے ہوئے اعمال قرب الی اللہ کی نیت کی بنا پر ہی اس عظیم ثواب کے مستحق بنتے ہیں اسی طرح زیارتِ قبورِ ائمہ بھی قرب الی اللہ کی نیت کی بنا پر ہی حج وعمرہ کے ثواب کے مستحق بنتے ہیں۔

کربلائی ثقافت انسانیت کی نجات کا ضامن

تحریر: سید عرفان کاظمی

دس محرم سن 61 ہجری کی ظہر کے بعد عاشورا کا واقعہ پیش آیا، جو ایک ثقافتی محور کے طور پر ابھر کر سامنے آیا۔ نہضت حسینی، واقعہ عاشورا اور اس پر عزاداری کی ثقافت کے اثرات ہر عزادار اور عزاداری پر ہوئیں۔ یہ نہ صرف خاص مکتب و مسلک، دین و مذہب، رنگ و نسل پر اثر انداز ہوئی بلکہ بنی نوع بشر کے ہر عزادار فرد پر اثر چھوڑ دیا۔ ہر حریت پسند شخصیت کیلئے یہ ثقافت ایک کامل نمونہ ہے۔ واقعہ کربلا کے بعد جو چیز پوری دنیا پر واضح ہوئی، وہ حق و باطل کا معرکہ تھا۔ کربلا کے بعد شری الحسین نے جو اسلام کا تعارف لوگوں کے درمیان کیا وہ ناقابل فراموش ہے۔ ساتھ ہی بنت علیؑ نے دنیا کو اسلامی تعلیمات کے ساتھ اسلامی ثقافت بھی واضح کردیا اور دنیا نے اس چیز کو تسلیم کردیا۔ لیکن بعض اس چیز کو ابھی بھی تسلیم نہیں کرتے ہیں۔ معرکہ کربلا کے بعد حق و باطل سے جو اسلامی ثقافت ہم تک پہنچی ہے، ہم میں سے اکثر نے اس سے منہ پھیر لیا ہے۔ آج مغربی تہذیب اور مغربی ثقافت کو اپنی ثقافت سمجھنے لگا ہیا ور اصل ثقافت سے دوری اختیار کر لی۔ معرکہ کربلا نے ہماری خواتین کو بتایا حجاب کرنا حسن و زیبائی اور عزت و احترام اور حفاظت کا سبب ہے۔ نامحرم کے سامنے اسلامی حدود میں رہنے کا نام عاشورائی و کربلائی ثقافت ہے۔ ساتھ ہی مردوں کو بتایا کہ اپنی نظروں کو جھکا کے رکھنا، اپنی ناموس کی حفاظت کرنا، دشمن کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کر حق کو حق کہنا اور باطل کے سر کو کچل ڈالنا کربلائی ثقافت ہے۔ آج ہم میں سے ہر ایک پر فرض ہے کہ اس ثقافت کی دفاع کرئے۔ دشمن کو اس پر غلبہ حاصل کرنے نہ دے، کیونکہ یہ ثقافت انسانیت کی نجات کا ضامن ہے۔ ہمارے معاشرے کو اس وقت سب سے زیادہ جس چیز کی ضرورت ہے وہ کربلائی ثقافت کی محسوس کرنے کی ضرورت ہے۔ سمجھانے کی ضرورت ہے۔ تفصیل و تشریح و تفسیر کی ضرورت ہے۔ خدا کے فضل و کرم سے انقلاب اسلامی کے بعد جو تیزی اس ثقافت کے پھیلنے میں آئی وہ قابل تعریف ہے۔ معروف انقلابی اسکالر شہید مرتضی مطہری کی زبان سے بیان شدہ محرم اور عاشورہ کی تعلیمات اور کربلائی ثقافت نے انسان کے اندر انقلابی سوچ پیدا کرنے میں بہت اہم کردار ادا کیا۔ انقلاب اسلامی خود عاشورایی ثقافت کا نتیجہ ہے۔ اس معرکے میں نئی نسل میں جذبہ و شوق شہادت پیدا کئے۔ دفاع مقدس اور مدافعین حرم اہلبیتؑ اس کی بہترین اور تازہ مثال ہے۔ ولی فقیہ کے حکم پر اپنی جانیں قربان کرنا، دن رات ایک کر کے اسلام کی سر بلندی کیلئے جدوجہد کرنا اور آخری حجت کی ظہور کیلئے زمینہ سازی کرنا، دشمن کو یہ بات سمجھانا کہ ہماری تربیت کربلا سے ہوئی ہے۔ ہمارے خون میں عشق کربلا بسا ہوا ہے۔ عاشورا و اربعین کے ذریعے معرض وجود میں آنے والا یہ کربلائی ثقافت؛ معاشرے اسلامی تہذیب و تمدن کی طرف دوبارہ بلا رہا ہے۔ یہ ثقافت انسانی نجات، بھائی چارے، محبت، ایثار، خدمت اور باہمی احترام پر استوار ہے۔ آج جہاں عالمی استعماری قوتیں دین مبین اسلام کے خلاف شیطانی سازشوں میں مصروف ہیں اور داعش جیسے وحشی گروہ تشکیل دے کر اور انہیں اسلامی لبادہ اوڑھا کر اسلام کے خوبصورت چہرے کو مسخ کر کے پیش کرنے کیلئے کوشش کی اور کر رہا ہے۔

یزید کے آخری دنوں میں انجام دیے گئے ظلم وستم

حضرت امام حسین علیہ السلام اور ان کے وفادار ساتھیوں کی کربلا میں شہادت کے بعد اسلامی معاشرے میں یزید بن معاویہ کے خلاف شدید نفرت اور بیزاری پیدا ہوگئی۔ ہر گزرتے دن کیساتھ مسلمانوں میں اس کی گرتی ہوئی ساکھ اور ناپسندیدگی واضح طور پر محسوس کی جانے لگی۔

مدینہ منورہ پر یزید کا حملہ: واقعہ حرہ

کربلا کے سانحے کے بعد، یزید نے دوسرا سنگین اور ناپاک اقدام یہ کیا کہ مدینہ منورہ اور روضہ رسول اکرمؐ پر حملہ کروا دیا، جسکا نتیجہ سن 63 ہجری کے ذوالحجہ میں پیش آنے والا 'واقعہ حرہ' تھا۔ اس خونی واقعے نے بنی امیہ کو اسلامی دنیا میں رسوا کر دیا اور انکی بچی کچھی عزت بھی خاک میں ملا دی۔

کعبہ پر حملہ: یزید کا آخری ناپاک عمل

یزید نے مدینہ پر حملہ کر کے بھی بس نہیں کیا بلکہ 27 محرم 64 ہجری کو اس نے ایک اور ناپاک فیصلہ کرتے ہوئے خانہ کعبہ پر لشکر کشی کی۔ یہ اس کی زندگی کا آخری ظالمانہ اقدام تھا اور اسی گناہ کی نحوست میں، وہ دو ماہ کے اندر اندر مر گیا۔ تاریخی طور پر یہ بات بھی اہم ہے کہ بعد میں عبداللہ بن زبیر اور عبدالملک بن مروان کی اقتدار کی جنگ کے دوران، حجاج بن یوسف کے لشکر نے دوبارہ مکہ کو محاصرے میں لے لیا، جس سے خانہ کعبہ کو مزید نقصان پہنچا۔ کئی مورخین کے مطابق، اس کے بعد کعبہ کی مرمت اور دوبارہ تعمیر میں امام زین العابدینؑ نے بھی کردار ادا کیا۔

کعبہ پر منجنیق سے سنگ باری اور آگ لگانا

یزید کا آخری اور بدترین اقدام مکہ پر حملہ تھا۔ اس ظالم نے خانہ خدا پر منجنیق سے سنگ باری کروائی، اور اسے آگ لگا دی۔ پہلے، عمرو بن سعید اشدق اور عبیداللہ بن زیاد نے مکہ پر حملے کا حکم ماننے سے انکار کر دیا، تو یزید نے مسلم بن عقبہ کو حکم دیا کہ مدینہ میں قیام کرنے والوں کو قتل کرے اور پھر مکہ کا رخ کرے۔ ابن اثیر بیان کرتا ہے کہ جب مسلم بن عقبہ مدینہ میں قتل و غارت کر چکا، تو مکہ کی طرف روانہ ہوا لیکن راستے میں مر گیا۔ اس کے بعد لشکر کی کمان حصین بن نمیر نے سنبھالی۔ لشکر شام نے محرم کے آخر، پورا صفر، اور ربیع الاول کے ابتدائی تین دن مکہ کے ساتھ جنگ کی۔ تیسرے ربیع الاول کو منجنیق سے خانہ کعبہ پر حملہ کیا گیا، اسے آگ لگا دی گئی، اور عبداللہ بن زبیر کا محاصرہ کیا گیا۔ ابن قتیبہ کی کتاب 'الامام والسیاس' میں بھی لکھا ہے کہ حصین بن نمیر نے مکہ کے نچلے علاقے (مسفلہ) پر قبضہ کیا اور وہاں منجنیقیں نصب کروا دیں۔ حکم دیا کہ روزانہ ہزار بڑے پتھر مسجد الحرام کی طرف پھینکے جائیں۔ شامی لشکر نے مکہ کے پہاڑوں پر ڈیرے ڈالے، منجنیقوں سے پتھر اور آگ کے شعلے مسجد الحرام پر برسائے۔ روئی اور کتان کے کپڑوں کو تیل میں بھگو کر آگ لگا کر کعبہ پر پھینکا گیا، یہاں تک کہ خانہ کعبہ جل گیا، اس کی دیواریں گر گئیں، اور حتی کہ وہ سینگ جو حضرت اسماعیل کی قربانی کی یاد میں کعبہ کی چھت پر آویزاں تھے، وہ بھی جل کر خاکستر ہو گئے۔

یزید کی موت: مختلف تاریخی روایات

یزید کی ہلاکت کے بارے میں مورخین نے مختلف روایتیں نقل کی ہیں:

.1 شکار کے دوران عبرتناک موت:

کہا جاتا ہے کہ یزید شکار پر گیا اور تنہا ایک ہرن کا پیچھا کرتے کرتے قافلے سے دور نکل گیا۔ ایک بدوی چرواہے سے پانی مانگا تو اس نے یزید کو پہچاننے سے انکار کر دیا۔ جب یزید نے اپنا تعارف کرایا تو چرواہے نے اسے قاتل امام حسینؑ اور دشمن خدا و رسولؐ قرار دیا۔ چرواہے نے اس پر حملہ کیا، یزید کا گھوڑا ابدک گیا، اور یزید اس کے پیچھے گھسیٹتا رہا یہاں تک کہ اس کے جسم کے ٹکڑے ہو گئے۔

.2 شیخ صدوق کی روایت:

شیخ صدوق نقل کرتے ہیں کہ یزید ایک رات نشے کی حالت میں سویا اور صبح اسے مردہ پایا گیا، اس کی لاش ایسے ہو گئی جیسے قیر مل دی گئی ہو۔ اسے دمشق کے باب الصغیر قبرستان میں دفن کیا گیا۔

.3 منجنیق کا پتھر:

بعض روایتوں کے مطابق، کعبہ پر منجنیق سے پتھر پھینکتے ہوئے ایک پتھر یزید کے چہرے پر لگا، جس سے وہ شدید زخمی ہوا اور کچھ دن بعد مر گیا۔

.4 زہر سے ہلاکت:

ایک اور روایت کے مطابق، یزید کو سلمی دختر حجر بن عدی کندی نے زہر دے کر قتل کیا۔ اس سازش میں عبدالرحمان (حجر کا بھتیجا) بھی شریک تھا۔

محاصرے کا خاتمہ

جب یزید کی موت کی خبر مکہ پہنچی تو حصین بن نمیر نے جنگ بند کر دی اور اپنے لشکر سمیت شام واپس روانہ ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی مکہ کا محاصرہ ختم ہوا اور مسلمانوں نے کچھ سکون کا سانس لیا۔ یہ واقعات نہ صرف یزید کے ظلم وستم اور بے دینی کا ناقابل انکار ثبوت ہیں بلکہ یہ بھی ظاہر کرتے ہیں کہ اللہ تعالی نے ایسے جابر و فاسق حکمرانوں کو ان کے انجام تک جلد پہنچا دیا۔

ایک بھیانک جنگ کا سامنا

تحریر: ڈاکٹر راشد عباس نقوی

دنیا میں ایک خاموش اور بے رحم جنگ جاری ہے۔ سوچ پر غلبہ حاصل کرنے کی جنگ۔ یہ جنگ دماغ کو ہتھیار ڈالنے پر مجبور کرنے کی جنگ ہے اور اس جنگ کا آخری نتیجہ ذہنی سرحدوں پر قبضہ کرنے کے بعد جغرافیائی سرحدوں پر بلا چون و چرا اور بغیر کسی فوجی کارروائی کے قبضہ کرنا ہے۔ اس جنگ میں دشمن ہماری سرزمین کو فتح کرنے کے لیے پہلے ہمارے قلب و ذہن کے دروازے کو عبور کرتا ہے اور اس کے لئے نت نئے ہتھیار استعمال کرتا ہے۔ آج کی جنگ معلومات، افواہوں اور ذہنوں میں شکوک و شبہات پیدا کرنے سے شروع ہوتی ہے۔ آج کے اس نئے دور میں قوموں کے ذہنوں اور ادراک کی سرحدوں پر موجود مورچوں کو فتح کرنے کے لیے نظریاتی میزائل اور ڈرونز استعمال کئے جاتے ہیں۔ اگر دشمن کے دل و دماغ کے مورچے فتح ہو جائیں تو ایک بھی گولی چلائے بغیر وہ ہتھیار ڈال دیتا ہے۔ رہبر انقلاب اسلامی حضرت آیت اللہ العظمی سید علی خامنہ ای نے اپنے ایک خطاب میں فرمایا تھا۔ منصوبہ یہ ہے کہ انگلستان اور امریکہ کے لیڈروں کی رائے تمام دنیا کی رائے بن جائے۔۔۔۔ یہ سوچ اور دماغوں پر غلبہ حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اگر کسی قوم کے دماغ پر قبضہ ہو جائے تو وہ قوم اپنی سرزمین کو دونوں ہاتھوں سے پلیٹ میں رکھ کر دشمن کے حوالے کر دیتی ہے۔ سوچ و فکر پر غلبے کے لئے نوجوانوں کے قلب و ذہن کو سب سے پہلے نشانہ پر لیا جاتا ہے۔ تحریف اور بہتان اسی کے لیے بہترین ہتھیار ہیں۔ یہ انداز جنگ دشمن کی نفسیاتی کارروائیوں کے خطرے کو اجاگر کرتا ہے۔ ایک خفیہ جنگ جس کا مقصد علاقوں پر فوجی قبضہ کرنے کے بجائے لوگوں کے ذہنوں اور دلوں کو فتح کرنا ہے۔ علمی جنگ، سادہ الفاظ میں، انسانی ادراک، عقیدہ اور فیصلہ سازی کو متاثر کرتی ہے اور متاثر کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس قسم کی جنگ میں انسانی دماغ اہم میدان جنگ ہوتا ہے۔ مغربی فوجی ماہرین کے الفاظ میں، انسانی دماغ اکیسویں صدی کا اصلی میدان جنگ ہے۔

تاریخ میں ایک فاتح!

جس نے عوامی فلاح و بہبود کے لیے شہید ہو کر، مقصد حاصل کیا۔

مذہب کے اصولوں میں سے ایک 'عدل وانصاف' کو عالمی سطح پر رائج (Prevalent) کرنے میں امام حسینؑ کامیاب رہے۔ جبکہ اس دور میں، سنہ 680 میں، اس اصول کے پیروکار بہت کم تھے۔ پھر بھی حسینؑ نے اس اخلاقی تصور (Concept) کو ترتیب (formulate) دیا، جس کا اثر آج تک، 1345 سالوں کے بعد بھی دیکھا جا سکتا ہے! مہاتما گاندھی، مارٹن لوتھر کنگ اور نیلسن منڈیلا جیسے عظیم شخصیات نے صدیوں بعد حسینؑ سے ایسا کیا پیغام حاصل کیا؟ ایسے سوالات کا سامنا کرتے ہوئے ڈاکٹر کریسا ہکس اپنی کتاب "Hussain and the Struggle for Justice" میں لکھتی ہیں:

'ایک شہید کی صورت میں حسینؑ نے صداقت کے ذریعے دنیا بھر کے لوگوں کو انصاف، فیصلہ، وقار اور احترام کے ساتھ جینے کے لیے ترغیب دی۔'

اس وقت سلطنت کا حکمران 'یزید' جابرانہ آمریت کے نظام سے آدھی دنیا پر قابض تھا۔ یزید کی سماجی، مذہبی اور سیاسی پالیسیوں سے انسانی قدریں پامال ہو رہی تھیں۔ 'سچ' کو کچلا جا رہا تھا اور جھوٹے پروپیگنڈے کو فروغ دیا جا رہا تھا۔ کمزور لوگ اپنا وجود بچانے کیلئے جدوجہد کر رہے تھے، لیکن انہیں دبایا جا رہا تھا۔ عوام الجھن، گمراہی میں ڈوبی ہوئی تھی۔ ایسے میں امام حسینؑ عوام کی بھلائی کیلئے اچھائیوں کو فروغ دینے اور برائیوں کو روکنے کی مہم چلا رہے تھے۔ جب 'یزید' نے خود کو مسلمانوں کا خلیفہ (پیغمبر کا نمائندہ) قرار دے دیا، تو لوگوں نے اس کی مخالفت کی۔

تو 'یزید' نے ان کی مخالفت کو اپنی حکومت کے زور پر کچل دیا، مگر حسینؑ نے اپنی مخالفت جاری رکھی۔ عوام کے تئیں اپنی ذمہ داری سمجھ کر، لوگوں کی زندگی میں توحید کے اصولوں کو پروان چڑھانے، لوگوں کو انصاف دلانے اور عزت کے ساتھ جینے کا حق دلوانے کے لیے 'یزید' مقابلہ کرنے کی ٹھان لی۔ حسینؑ کی بے نظیر سیاسی بصیرت اور آپ کی کامیابی کے بارے میں آج تک دنیا غور کر رہی ہے۔ آج بھی، دنیا کے متعدد دانشمند حسینؑ کو الگ الگ نظر سے دیکھتے ہیں۔

ایک سیاسی نابغہ کی صورت میں حسینؑ کو دیکھا جاتا ہے۔ حسینؑ صرف زمینی سطح پر یزید کی تباہی نہیں چاہتے تھے، بلکہ 'یزید' کے جھوٹی اور ظالمانہ پالیسیوں کو ختم کرنا چاہتے تھے۔ تلواریں نیزے اور تیروں سے ظالم یزید کی فوج کو تو ختم کر سکتے تھے، مگر اس کی حکومت کے ظالمانہ نظریات کو نہیں۔ اسی لیے حسین نے، 'یزید' کی فوج کا مقابلہ اسلحوں سے نہیں بلکہ اس کی ظالمانہ پالیسیوں کو رد کر کے کیا۔ حسینؑ انسانی اقدار کی گہری سمجھ رکھتے تھے، اسلئے حسینؑ نے 'یزید' کا مقابلہ کرنے کیلئے جنگ کا نیا طریقہ سچائی کی تحریک ستیہا گرا کے طور پر اپنایا، جو دنیا نے پہلے نہ سوچا تھا اور نہ دیکھا تھا۔ کربلا میں حسینؑ کے تحریکی محاذ پر، 'یزید' کی فوج نے حملہ کیا، جس میں حسینؑ اور انکے 72 ساتھی اپنا دفاع کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔ حسینؑ کی شہادت نے لوگوں کے مردہ ضمیر کو زندہ کر دیا۔ لوگوں میں بیداری آئی، ظالم 'یزید' کا خوف ختم ہوا، لوگ صداقت اور انصاف کیلئے 'یزید' کیخلاف کھڑے ہو گئے

حسینی انقلاب نے 'یزید' کی حکومت جو کہ آدھی دنیا پھیلی ہوئی تھی، دو سال کی مدت میں حکومت کے بستر کو سمیٹ دیا

لوک مانیا تلک جی نے کہا:

'حسین دنیا کے پہلے انقلابی ہیں!'

دنیا میں بہت سارے انقلابات آئے ان میں سے کچھ ہی کامیاب رہے، وہ بھی کچھ عرصے تک مگر حسینی انقلاب ایسا کامیاب ہوا جو آج بھی دنیا کو روشنی دے رہا ہے۔ اسلئے کہ حسینی انقلاب سچائی عدل وانصاف آزادی اور عزت کے ساتھ جینے کی ترغیب دلاتا ہے _ اور یہ بھی سچ ہے کہ تاریخ میں 'حسینؑ' ہی ایک ایسے فاتح ہیں، جنہوں نے عوامی فلاح و بہبود کیلئے شہید ہو کر اپنا مقصد حاصل کیا۔ حسینؑ کی تحریک اور انقلاب ظالم کیلئے تنبیہ ہے اور مظلوم کیلئے حوصلہ افزائی ہے۔

اگرچہ یزید مسلم حکمران تھا پھر بھی یزیدی حکومت کی ظالمانہ پالیسیوں کی مخالفت میں حسینؑ کا قیام کرنا آپ کی غیر فرقہ وارانہ سوچ کا ثبوت ہے، کیونکہ یزیدی سلطنت میں مسلمان، یہودی، عیسائی اور دیگر اقلیتی فرقوں کی آبادی بھی تھی۔

حسینؑ کو انسانیت کا مسیحا سمجھا جاتا ہے۔ حسین وہ پہلے شہید ہیں جنہوں نے دنیا کو انسانیت کی ڈور میں پرو دیا۔ حسینؑ نے جنگ کی تباہی کے مدنظر، انسانی اقدار کی حفاظت کی خاطر یزیدی ظالم حکومت سے مقابلے کے لیے انقلاب کا راستہ اختیار کیا۔ حسینؑ اور ان کے ساتھیوں کو کربلا کے راستے میں یزید کی فوج نے روک لیا۔ اس وقت یزیدی سپاہی پیاسے تھے، ایسے میں حسینؑ نے انسانی ہمدردی کا مظاہرہ کرتے ہوئے انہیں پانی پلایا، اور دنیا کو عملی پیغام دیا:

'میرے دشمن سپاہی پیاسے تھے، اگر میں ان کو اپنے پاس سے پانی نہ پلاتا، تو وہ مر جاتے، مگر میں نے دشمن سپاہیوں کو پانی پلایا کر اپنے خدا کی مخلوق کی حفاظت کی۔ میں دنیا سے یہی چاہتا ہوں کہ: لوگ آپس میں اختلافات کے باوجود انسانیت کو فراموش نہ کرے، اور ایک دوسرے کے ساتھ انسانی ہمدردی کرنے میں تعصب (بھید بھا) نہ کرے۔'

مخالف فوج کیساتھ امام حسینؑ کا یہ قدم ہر زمانے میں انسانی ہمدردی مضبوط کرنے کیلئے کافی ہے۔ سانے گروجی نے اپنی کتاب 'بھارتی سنسکرتی' لکھا ہے: 'جہاں قربانی ہے، وہیں دین ہے!'

حسینؑ اور انکے 72 ساتھیوں نے عوامی فلاح و بہبود کے لیے قربانیاں دی، ان میں سے 18 حسینؑ کے خاندان سے تھے۔ اب دنیا غور وفکر کریں سے غور وفکر کریں!...

حسینؑ کئی کرداروں میں اپنے زمانے کے نمائندہ تھے۔ ان کی بڑی کامیابیوں میں سے ایک یہ ہے کہ انہوں نے اپنے وقت کی ضرورت کو پہچانا، جو انسانیت کی بھلائی میں ضروری تھا، اسے انجام دیا۔ حسینؑ کی بندگی اور لوگوں کے تئیں ان کا ایثار برابری اور بھائی چارے کو مضبوط بناتا ہے

مشہور مصنف 'منشی پریم چند جی لکھتے ہیں:

'دنیا جس برابری اور بھائی چارے کی گتھی سلجھانے کی کوشش (آج) کر رہی ہے، اسے حسینؑ نے اپنی تحریک اور انقلاب کے ذریعہ ساتویں صدی عیسوی میں سلجھا دیا تھا۔'

اسی لئے کربلا میں حسینؑ کی شہادت دنیا کا سب سے عظیم، سچا اور تاریخ ساز واقعہ ہے۔

کربلا میں حسینؑ کی شہادت کا واقعہ صرف ایک درد بھری داستان نہیں ہے، بلکہ اس واقعے میں انسانی طرز زندگی کا _ ڈی این اے (DNA)_ ہے، اسی لیے دنیا میں حسینؑ کی شہادت و کامیابی کی چرچا ہوتی رہی ہے۔

یادِ حسینؑ!

☆☆☆☆

اپنے نونہالوں کو حسینی کیسے بنائیں؟

ابو مصطفیٰ

دنیا کا ہر ذی حیات، آئیڈیل کی تلاش میں ہے لیکن سب اپنے آئیڈیل کی تلاش میں صحیح راستے پر قدم نہیں اٹھاتے۔ اس دنیا میں بعض افراد ایسے بھی ہیں کہ اگر ان سے پوچھا جائے کہ وہ کون سی شخصیت ہے جو آپ کے ذہن و قلب پر چھائی ہوئی ہے تو یقیناً وہ ان حقیر اور پست انسانوں کا پتہ بتائیں گے جنہوں نے اپنی زندگی خواہشات نفسانی کی بندگی و غلامی میں گزاری ہوتی ہے مثلاً: ایکٹرز، کرکٹرز، ماڈلز اور فنکار وغیرہ۔

اب ہمیں ایسی ہستی کو تلاش کرنا ہوگا جسے اسوہ بنا کر ہم دنیا و آخرت میں سرخرو ہو سکیں لہذا امام حسین کی ذات ایسی ہے جسے حضرت ختمی مرتبتؐ اور امام علی کے گھر میں مرکزیت حاصل تھی اور یہ ذات ہمیشہ اِن عظیم المرتبت ہستیوں کے عشق و محبت کا محور رہی ہے اور آج بھی ہر مومن کے دل کی دھڑکن ہے۔

والدین کی ذمہ داری ہے کہ وہ بچوں کی تربیت کے آغاز سے ہی انہیں ایسی ہستی سے روشناس کروائیں جس کی پیروی سے وہ اپنی زندگی کو بہتر بنا سکیں اور یہ بچے کی اولین ضروریات میں سے ہے ورنہ وہ ہو گا جو آج ہمارے معاشرے میں ہو رہا ہے۔

لہٰذا وہ والدین جو چاہتے ہیں کہ ان کے پیارے اور پھول جیسے بچے ان کے فرمانبردار، ان کیلئے دنیا و آخرت میں باعث عزت اور اپنے زمانے کی کربلا میں کربلائی کردار ادا کر پائیں تو انہیں چاہیے تربیت کے ان چند بنیادی اصولوں کو ضرور بالضرور عملی جامہ پہنائیں۔

تربیت کے چند بنیادی اصول

رزق حلال

رسول اللہؐ فرماتے ہیں: اولاد کا حق ہے کہ والدین اسے حلال رزق کھلائیں۔ ہمیشہ بچے کو لقمہ حلال کھلائیں۔ وہ بچہ جو حرام کھائے گا کبھی بھی حق کو قبول نہیں کرے گا۔ چاہے اس کے سامنے وقت کا امام ہی کیوں نہ بات کر رہا ہو!۔ دیکھیں کربلا میں امام حسینؑ کے مقابلے میں کلمہ گو، حفاظ، نمازی حتی امام علیؑ کے ساتھی ہیں لیکن پھر بھی اسی کے فرزند کو مارنے پر تلے ہوئے ہیں۔ آخر کیا وجہ ہے؟ جب وقت کا امام بات کرتا ہے آگے سے تالیاں، قہقہے اور تلواروں سے رقص کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ وہی امام وجہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میری بات کا اثر ان پر اس لیے نہیں ہو رہا کیونکہ ان کے شکموں میں لقمہ حرام ہے۔

بچوں نے کیا دیکھنا ہے؟ اس پر بڑی توجہ ہونی چاہیے۔ اگر گھر میں بچے والدین کو قرآن، نہج البلاغہ، صحیفہ سجادیہ یا کسی بھی کتاب کا مطالعہ کرتا دیکھیں گے تو انہیں بھی مطالعے کی عادت ہو گی۔ جب ہم رسول اللہؐ کے گھرانے کا ماحول دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہؐ کے گھرانے کا ماحول قرآنی تھا۔ آپ اس سے اندازہ لگائیں کہ جناب فضہ، کنیزِ حضرت زہراؑ ہر بات کا جواب قرآن کی آیت سے دیتی تھیں۔ یہ کوئی معجزہ نہیں بلکہ گھریلو ماحول ایسا تھا۔ بچے اگر والدین کو دوسروں کی خدمت اور مدد کرتا دیکھیں گے تو ان کے اندر بھی دوسروں کی خدمت اور مدد کا احساس پیدا ہو جائے گا۔ امام علیؑ شب کی تاریکی میں یتیموں اور مسکینوں کی خدمت کرتے اور یتیم بچوں کو گود میں بٹھاتے، انہیں پیار کرتے اور ان کی دادرسی کرتے اسی لیے امام کی شہادت کے وقت ان کا کہنا تھا کہ آج ہمارا شفیق باپ ہم سے بچھڑ گیا ہے!۔ بچوں کو مستقل مزاجی، صبر، اپنے ہدف پر ایمان و استقامت اور معاف کرنا سکھائیں۔ کربلا میں بعض افراد نے امام حسینؑ کی خدمت میں آ کر اپنے ماضی سے توبہ کی تو امام نے انہیں معاف فرما دیا جیسے حر ابن یزید ریاحی...۔ بچوں نے کیا سننا ہے؟ بہت اہمیت رکھتا ہے۔ ہمیشہ بچوں کو اچھی چیزیں سننے کی ترغیب دلائیں۔ انہیں تلاوت قرآن، مجالس عزا، نوحے اور سبق آموز کہانیاں سنائیں۔ بالخصوص آج کل جب ایام عزا ہیں تو انہیں کربلا کو کہانیوں کی صورت میں سنائیں، انہیں اس لٹے ہوئے قافلے کا قصہ سنائیں، انہیں سنائیں کہ قاسم، عون و محمد، اکبرو اصغر نے کیسے دشمن کے ارادوں کو ناکارہ بنایا۔ بچوں کے لیے یہ بھی بیان کیا جائے کہ کیسے امام کے اصحاب باوفا نے اپنا وعدہ وفا کیا؟ انہیں یہ بھی بتائیں کہ کیسے ایک بہن نے بھائی کو الوداع کیا اور کوفہ و شام کے بازاروں میں مقصد حسینی کو قیامت تک کے لیے زندہ کیا؟ انہیں یہ کیوں نہ بتایا جائے کہ کس طرح حضرت زینبؑ نے کربلا میں اپنے عزیزوں کی قربانی کا زخم سہہ کر بھی استقامت کا دامن اپنے ہاتھ سے نہ چھوڑا اور آپ نے دشمنِ خدا کو جواب دیتے ہوئے فرمایا: "مارایت الا جمیلا"۔ انہیں بتائیں کہ ایک کمسن مظلومہ بیٹی کا اپنے باپ سے کتنا پیار تھا۔ لہٰذا ہم اپنی اولاد کو سکھائیں کہ کبھی بھی اگر وقت کے حسین کو آپ کی ضرورت پڑے تو 'امیری حسین ونعم الامیر' کہتے ہوئے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر دیں۔

بچوں کو باادب گفتگو کرنا سکھائیں : امام علیؑ فرماتے ہیں: اپنی فکر کی حفاظت کرو کیونکہ یہ کلام بناتی ہے، اپنے کلام کی حفاظت کرو کیونکہ یہ آپ کی شخصیت بناتا ہے۔

بچوں کو باادب، بااخلاق اور اچھا بولنا سکھائیں۔ دشتِ کربلا میں امام کا ہر جانثار ایک دوسرے سے پہلے شہید ہونے کے لیے آمادہ ہے۔ کوئی کہہ رہا ہے کہ موت ہمارے لیے شہد سے بھی میٹھی ہے تو کوئی کہہ رہا ہے ہزار دفعہ بھی ہمیں مارا اور زندہ کیا جائے تب بھی ہم اپنے ہدف سے ایک قدم بھی پیچھے نہ ہٹیں گے۔ اور تو اور مختصر سی فوج کے سالہ شیر دل مجاہد کا جملہ پڑھیے جو کہہ رہا ہے 'امیری حسین ونعم الامیر'۔ امام حسینؑ اپنے چمن کے آخری پھول، اپنے لخت جگر حضرت علی اصغرؑ کو دفنانے کے بعد فرماتے ہیں خدایا! جو تھا سب کچھ تیری راہ میں لٹا دیا۔ ملاحظہ فرمائیں یہ کیسی تربیت ہے؟ یہ کوئی معجزانہ کلمات نہیں ہیں بلکہ ماؤں نے کربلا کے ان پھولوں کی نگہداری ہی ایسے کی تھی۔ یہ خالصتاً تربیت کا نتیجہ ہے لیکن متاسفانہ آج کا جوان ہمارے سامنے ہے کیونکہ اس کی تربیت کرنے میں ہم نے کوتاہی کی ہے۔

☆☆☆

اہل بیتؑ سے محبت کرنیوالے کبھی گمراہ نہ ہونگے

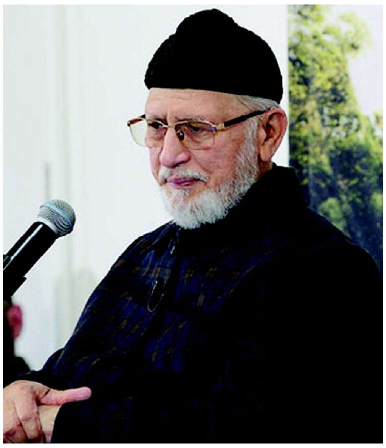

تحریک منہاج القرآن کے بانی وسرپرست اعلیٰ ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے کہا ہے کہ قرآن اور اہل بیت سے مضبوط قلبی وجبی تعلق رکھنے والے کبھی صراط مستقیم سے نہیں ہٹیں گے اور نہ ہی شیطان مردود انہیں گمراہ نہیں کر سکے گا۔ انہوں نے کہا کہ یہ ضمانت کسی اور نے نہیں سرور کائنات حضور نبی اکرمؐ کی طرف سے امت کو عنایت کی گئی ہے۔ آپؐ نے فرمایا اے لوگو میں تمہارے اندر دو چیزیں چھوڑے جارہا ہوں اگر تم ان دونوں کی پیروی کروگے تو ہر گز گمراہ نہیں ہوگے، وہ دو چیزیں اللہ کی کتاب اور میرے اہل بیتؑ ہیں، آپؐ نے فرمایا ان دونوں سے جڑے رہنا۔ طاہر القادری نے کہا کہ فرمان رسولؐ ہے کہ اہل بیتؑ سے محبت کرنیوالوں کو خیرو برکت والی نفع بخش لمبی عمر عطا ہوگی اور آپؐ نے فرمایا جو میری عترت سے اچھا سلوک نہیں کرے گا اس کی عمر بے برکت ہوگی اور وہ قیامت کے دن مجھ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اس کا چہرہ سیاہ ہوگا۔ ڈاکٹر طاہر القادری نے کہا کہ سرور کائناتؐ نے اللہ کے سوا کبھی کسی سے کچھ نہیں مانگا، ہمیشہ ہدایت و راہ نمائی کے موتیوں سے امت کی جھولیاں بھریں، امت کی بخشش ونجات کیلئے طویل سجدے کئے، اللہ کے حضور التجائیں کیں اور اپنے در پر آنے والے کسی سوالی کو خالی ہاتھ نہیں لٹایا، انہوں نے کہا کہ اللہ کے رسولؐ نے اپنی ظاہری حیات میں امت سے صرف ایک چیز مانگی کہ میرے بعد قرآن اور میری عترت سے سلوک کرنے میں مجھے نگاہ میں رکھنا، صرف یہی نہیں فرمایا بلکہ یہ بھی فرمایا کہ اس معاملہ میں، میں آپ کو اللہ کی یاد دلاتا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ امام طبرانی نے اس حدیث مبارکہ کی ایک ایمان افروز تخریج کی ہے کہ آپؐ کا فرمان ہے کہ قرآن اور میری اہل بیتؑ سے پیچھے پیچھے رہنا، ان سے آگے نہ بڑھنا ورنہ ہلاک ہوجاگے اور نہ تم ان کو سکھا کیونکہ وہ تم سے زیادہ جانتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ جولوگ اہل بیتؑ سے محبت ومودت میں نفس کی شرانگیزی کا شکار ہورہے ہیں اور یزید ملعون کے معاملے میں نرم گوشوں کی تلاش میں ہیں وہ مذکورہ بالا فرامین رسول اللہؐ کو فراموش نہ کریں' حد سے نہ بڑھیں کہ کہیں انہیں سیاہ چہروں کیساتھ آقائے دوجہاںؐ کا سامنا نہ کرنا پڑجائے۔

اربعین: ظلم کیخلاف عالمی اتحاد کی علامت

اربعین کمیٹی میونسپل تہران نے میونسپل کے معاونین اور حرم حضرت عبدالعظیم علیہ السلام کے متولی کی موجودگی میں اپنی فعالیت کا آغاز کردیا ہے۔ حرم حضرت عبدالعظیمؑ میں منعقد ہونے والے اس پروگرام میں، میونسپل تہران کے شعب ثقافتی اور سماجی معاون محمد امین توکلی زادہ، خدمات شہری و ماحولیاتی کے معاون داود گودرزی اور حرم حضرت عبد العظیم علیہ السلام کے متولی حجۃ الاسلام والمسلمین سید علی قاضی عسکر موجود تھے۔ حجۃ الاسلام والمسلمین سید علی قاضی عسکر نے اپنے خطاب میں تاریخ اسلام میں تحریکِ عاشورا کے بے مثال مقام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ بنی امیہ کے دور سے لے کر آج تک، حضرت ابا عبداللہ الحسینؑ کے نام اور یاد کو مٹانے کی بھرپور کوششیں کی گئی ہیں، لیکن یہ کوششیں کامیاب نہیں ہوسکیں اور ہر سال یہ الٰہی تحریک زندہ ہوتی جا رہی ہے۔ انہوں نے یہ بیان کرتے ہوئے کہ اربعین کی پیدل مارچ امام حسینؑ سے تجدیدِ عہد کا ایک نشان ہے، کہا کہ دنیا بھر سے لاکھوں لوگ کربلا کی طرف پیدل چل کر جاتے ہیں، تاکہ ایک بار پھر امام حسین علیہ السلام کے اہداف سے تجدیدِ عہد کریں۔ حرم حضرت عبدالعظیمؑ کے متولی نے عاشورا کی عالمی تحریک کے پہلوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ امام حسینؑ کے نعروں میں صرف مذہبی پہلو نہیں ہیں، بلکہ یہ حق کے دفاع، ظلم کے خلاف جدوجہد اور انصاف کے قیام کے لیے عالمی پیغامات ہیں۔ 'مثلی لا یبایع مثلہ' اور 'نی لا اری الموت لا سعاد' جیسے نعرے آج دنیا بھر کے آزادی پسندوں کے لیے تحریک کا ذریعہ ہیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ اربعین مارچ ظلم کے خلاف عالمی یکجہتی کا مظہر ہے کہ جس نے دنیا بھر کے آزاد پسندوں کے دلوں کو ایک دوسرے کے قریب کیا ہے۔ آخر میں، انہوں نے عاشورا کے اصل پیغام کی حفاظت کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے کہا کہ ہمیں یہ کوشش کرنی چاہیے کہ ہمارے پروگراموں کا محور عاشورا کا اصل پیغام، یعنی ظلم اور فساد کا مقابلہ اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے فریضے کو زندہ رکھنا، ہونا چاہیے۔ اللہ کا وعدہ ہے کہ اہل ایمان کی حتمی فتح ہوگی اور ہم اسکے پورا ہونے کی امید رکھتے ہیں۔

بین الاقوامی تنظیموں کا کردار

تحریر: پرویز کرمی

امریکہ اور صیہونی حکومت کی طرف سے اسلامی جمہوریہ ایران کے خلاف جارحیت اور اس بارہ روزہ جنگ کے دوران جہاں بم دھماکوں، میزائلوں اور راکٹ حملوں نے ایران کے جوہری اور فوجی مراکز، عوام اور بنیادی ڈھانچے کو نشانہ بنایا، وہاں اس جارحیت نے ان بنیادی تصورات، اداروں اور اصولوں کو بھی نشانہ بنایا، جن کے قیام کے لیے عالمی برادری آٹھ دہائیوں سے کام کر رہی تھی۔ درحقیقت اس جنگ میں جو نقصان پہنچا، وہ صرف ایران کو ہی نہیں پہنچا بلکہ بین الاقوامی نظام، بین الاقوامی تنظیموں اور عالمی کنونشنز کو بھی سخت دھچکا پہنچا ہے، کیونکہ ان اداروں کا قانونی اور اخلاقی ڈھانچہ بھی اس میں بری طرح متاثر ہوا ہے۔

اسلامی جمہوریہ ایران نہ صرف اقوام متحدہ کا فعال رکن ہے بلکہ جوہری عدم پھیلا کے معاہدے (NPT) کا بھی بانی ممبر ہے۔ ایران اسی طرح درجنوں بین الاقوامی معاہدوں اور عالمی قانونی فریم ورک کا پابند رہا ہے۔ ان تمام عالمی اداروں کی رکنیت کے باوجود اس پر کھلے عام حملہ کیا گیا، بمباری کی گئی اور دنیا کی آنکھوں کے سامنے دھمکیاں دی گئیں، لیکن سلامتی کونسل یا انٹرنیشنل اٹامک انرجی ایجنسی کے بورڈ آف گورنرز کی جانب سے خاطر خواہ مذمت کا ایک بھی بیان سامنے نہیں آیا۔ قابل ذکر ہے کہ 120 ممالک نے ایران پر حملے اور ایران کی جوہری تنصیبات پر حملے کی مذمت کرتے ہوئے ایران کے ساتھ یکجہتی کا اظہار کیا ہے۔

اسی طرح ناوابستہ تحریک، اسلامی کانفرنس کی تنظیم، خلیج تعاون کونسل، عرب لیگ، افریقی یونین، شنگھائی تعاون تنظیم اور برکس گروپ سمیت کئی تنظیموں نے ایران کے خلاف امریکہ اور اسرائیل کے حملوں اور جارحیت کی مذمت کی، لیکن اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل جو بین الاقوامی سلامتی کی ضمانت دینے والے ادارہ سمجھا جاتا ہے۔

یہود کی طاقت حقیقت یا فریبِ نظر

یہ سوچ بہت عام ہے کہ یہودی یا اسرائیلی اس قدر چالاک اور ذہین قوم ہے کہ امریکہ جو اس وقت دنیا کی واحد سپر پاور ہے بظاہر اسرائیل کی مرضی کے کچھ بھی نہیں کرتا یا کر سکتا۔ پوری دنیا کی معیشت پر یہودیوں کا قبضہ ہے۔ میڈیا پر کوئی موضوع یا خبر ان کی مرضی کے بغیر چل نہیں سکتی۔ امریکہ میں کوئی شخص کانگریس کا ممبر یا امریکہ کا صدر یہودی لابی کے پیسے اور سیاسی مدد کے بغیر نہیں بن سکتا، یہ تاثرات اس وقت اور مضبوط ہو جاتے ہیں جب امریکا مشرق وسطی میں اسرائیل کی حمایت میں نہ تو کسی مخالفت کی پروا کرتا ہے اور نہ ہی اپنے بنائے ہوئے اصولوں کو توڑنے میں شرم محسوس کرتا ہے۔ اس کیعلاوہ فری میسنز کی کہانیاں، اسرائیل کی خفیہ ایجنسیوں، فوج اور کمانڈوز کی طاقت کے قصے ایسا تاثر پیدا کر دیتے ہیں کہ یہ یقین ہونے لگتا ہے جیسے دنیا کی اصل طاقت تو ایک چھوٹی سی قوم یہود ہے جس نے امریکا یورپ اور دنیا کی تمام بڑی قوموں کو قابو کر رکھا ہے۔ دنیا میں جو بھی فساد ہوتا ہے اس کے پیچھے یہود کا ہاتھ ہوتا ہے اور مسلمانوں پر ہونیوالے تمام مظالم کے ذمہ دار یہودی ہیں۔ اس تاثر کے نتیجے میں مسلمانوں میں یہ خیال جڑ پکڑ لیتا ہے کہ اصل برائی امریکا یا اس کا استعماری نظام سرمایہ داریت نہیں بلکہ اسرائیل یا یہود ہیں۔ اگر اِن کی طاقت کا خاتمہ کر دیا جائے تو مسلمان اپنی کھوئی ہوئی عظمت رفتہ دوبارہ بحال کر لیں گے۔ مسلمان پر اللہ نے یہ لازم کیا ہے کہ وہ دین اسلام کو تمام ادیان پر غالب کریں، وہ اللہ ہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے تا کہ اس کو پوری جنس دین پر غالب کر دے اور اس حقیقت پر اللہ کی گواہی کافی ہے۔ الفتح:28 اس عمل کی انجام دہی کیلئے ضروری ہے کہ ہم دنیا کی سیاست کو سمجھیں، طاقت کے مراکز اور مسائل کی جڑ کی صحیح نشاندہی کریں۔ اگر ہم نے اپنے دشمن کا صحیح تعین نہ کیا تو ہماری توانائی غلط ہدف پر ضائع ہو جائے گی اور حقیقی دشمن مزید طاقتور ہو جائے گا۔ یہ بات ہر شخص جانتا ہے کہ سپر پاور اس ملک کو کہا جاتا ہے جسکی مرضی کے مطابق دنیا کے تمام یا بیشتر معاملات چلتے ہوں۔ اس وقت امریکا کو دنیا کی واحد سپر پاور اس لیے کہا جاتا ہیکہ دنیا کے کسی بھی معاملے میں اس کی مرضی کو چیلنج کرنیوالی کوئی دوسری طاقت موجود نہیں ہے۔ امریکہ کی معیشت دنیا کی معیشت کا 17 فیصد ہے۔ امریکہ کا دفاعی بجٹ روس چین، برطانیہ اور فرانس کے کل دفاعی بجٹ سے زیادہ ہوتا ہے۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کس طرح اسرائیل جو کہ سپر پاور نہیں اپنا تحفظ امریکی فوجی اور سیاسی مدد کے بغیر کر نہیں سکتا، جس کی معیشت ہر سال امریکی امداد کی محتاج ہو وہ کس طرح امریکا کو اپنے اشاروں پر چلنے پر مجبور کر سکتا ہے؟ یا پھر یہ کہ اسرائیل کی طاقت کے تمام قصے بے بنیاد ہیں۔ عموعی طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ امریکا کی مشرق وسطی سے متعلق پالیسی اسرائیل کی مرضی کے تابع ہوتی ہے۔ امریکا مشرق وسطی میں اسرائیل کو مضبوط کرنے یا اپنے مفادات حاصل کرنے کیلئے فوجی بغاوتوں اور آمر حکمرانوں کی حمایت کرتا ہے اور کبھی جمہوری قوتوں کی، کسی ملک کے خلاف پابندیاں لگاتا ہے تو کسی ملک کو امداد دیتا ہے، کبھی اقوام متحدہ اور بین الاقوامی قوانین نافذ کروانے کیلئے سیاسی اور فوجی اثر و رسوخ استعمال کرتا ہے تو کبھی اقوام متحدہ اور بین الاقوامی قوانین کی خلاف ورزی کرتا ہے، اب امریکا کے ان اعمال کا یہ جواز پیش کرنا کہ ایسا وہ صرف اور صرف اسرائیل کے دبا کی وجہ سے کرتا ہے، غلط ہوگا۔ ہم یہ دیکھ سکتے ہیں کہ امریکا افریقی ممالک لاطینی امریکا اور مشرق بعید میں بھی اپنے مفادات کے حصول کیلئے ایسے ہی تمام اقدامات اٹھاتا ہے جیسا کہ وہ مشرق وسطی اور جنوبی ایشیا میں کرتا ہے۔ اگر امریکا مشرق وسطی کے علاوہ دنیا کے دوسرے حصوں میں بھی ایسے ہی اقدامات کرتا ہے جہاں کوئی اسرائیلی مفاد نہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ امریکا اتنی طاقت رکھتا ہے کہ وہ اپنی من مانی مرضی سے پالیسیاں بناتا ہے چاہے جن سے دوسرے اتفاق نہ کرتے ہوں۔ اسکے علاوہ ہم دیکھتے ہیں کہ امریکا کئی بین الاقوامی امور میں جن کا اسرائیل کی سلامتی یا مفادات سے کوئی تعلق نہیں ہوتا، پوری دنیا کی رائے کی مخالفت کرتا ہے چاہے اس وجہ سے اس کو پوری دنیا میں شدید تنقید کا نشانہ ہی کیوں نہ بننا پڑے۔ پوری دنیا نے زیرِ زمین بارودی سرنگوں کے خاتمبین الاقوامی عدالت برائے جنگی جرائم کے قیام اور دنیا میں بڑھتے ہوئے درجہ حرارت کو روکنے کیلئیان پر دستخط کیلیکن امریکا نے ان معاہدوں کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ اس تجزیے سے ہم یہ نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ امریکا مشرق وسطی میں بھی ایسے اقدامات اس لیے کرتا ہے کیونکہ بنیادی طور پر یہ اس کے مفاد میں ہوتے ہیں نہ کہ اس وجہ سے کہ اس پر اسرائیل کا کوئی دبا ہوتا ہے۔ ایک خیال یہ بھی ہے کہ امریکا میں موجود تمام یہودی اسرائیل کی حمایت میں ایک ہو کر امریکا پر دبا ڈالتے ہیں۔ یہ تصور معلومات کی کمی کا نتیجہ ہے جہاں امریکا میں یہودیوں کی ایک بڑی تنظیم امریکا اسرائیل پبلک افیئرز کمیٹیا و راس سے منسلک درجنوں ایسی یہودی تنظیمیں ہیں، ان میں ایسی معروف تنظیمیں (امریکنز فار پیس نا، اسرائیل پالیسی فورم، برٹ زیڈک وی، شیڈو) ہیں جو امریکی کانگرس پر اسرائیل کے حق میں پالیسیاں بنانے کیلئے دبا ڈالتی ہیں جو بظاہر اسرائیل کے وجود کے خلاف تو نہیں ہیں لیکن اسرائیل کی یہودی آباد کاروں کے حوالے سے پالیسی، نئے علاقوں پر قبضہ کرنے، دیوار کھڑی کرنے اور امریکا کی اسرائیل کی ہر حال میں حمایت کی شدید مخالفت بھی کرتی ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ کانگریس کے اراکین کی بہت بڑی اکثریت کو اپنے حلقوں سے جیتنے کیلئینہ تو یہودی ووٹوں کی ضرورت ہوتی ہے اور نہ ہی ان کے پیسوں کی۔ ایسے تمام اراکین کانگرس جو کہ اسرائیلی پالیسیوں کی مکمل حمایت کرتے ہیں ان کا تعلق ان علاقوں سے ہوتا ہے جو ان کے محفوظ ترین حلقے ہوتے ہیں اور وہ وہاں سے کئی دہائیوں سے جیتتے آ رہے ہوتے ہیں مثلاً امریکی اسپیکر کانگریس نینسی پلوسی جو کہ اسرائیل کی کھل کر حمایت کرتی تھی، ہر دفعہ 80 فیصد سے زائد ووٹ لیکر منتخب ہو جاتی تھیں۔ یہ کہنا کہ یہودی لابی بہت مالدار ہے اور پیسے استعمال کر کے امریکی اراکین کانگرس پر دبا ڈالتے ہیں، بالکل غلط مفروضہ ہے پیسوں کے لحاظ سے سب سے طاقتور لابی امریکا میں دفاعی یا اسلحہ بنانے والے اداروں، تیل کی کمپنیوں اور ادویات بنانے والے اداروں کی ہیصرف اے آئی پی اے سیا ورلاک ہیڈ مارٹناپنے اداروں کی لابنگ پر نارتھ گرومین اور جنرل الیکٹرک بوئنگکے مقابلے میں بالترتیب سات اور پانچ گنا زیادہ خرچ کرتے ہیں اسی طرح کی لابنگ کا خرچہ اور دوسرے ایسے کئی اداروں سے بہت کم ہے جو دفاعی صنعت سے منسلک ہیں۔ امریکا میں یہودیوں کی آبادی 5 فیصد سے بھی کم ہے اس میں سے بھی جب ایک معقول تعداد اسرائیل کی ہر حال میں حمایت کی مخالفت کرتی ہو۔ یہودی ووٹ امریکا کے 99 فیصد سے زیادہ حلقوں میں کوئی اہمیت نہ رکھتے ہوں، دولت کی بنیاد پر یہودیوں سے زیادہ مضبوط لابیز موجود ہوں تو ہم اس بات کو سمجھ سکتے ہیں کہ دو یا تین فیصد یہودی امریکا انتظامیہ پر کتنا زور ڈال سکتے ہیں؟ ان تمام حقائق کے باوجود اگر ہم اب بھی یہ سمجھتے ہیں کہ امریکا اسرائیل کی مرضی کے خلاف کچھ بھی نہیں کرتا تو میں یہاں کچھ مثالیں پیش کرتا ہوں تا کہ یہ بھی خیال ہمیشہ کیلئے ختم ہو جائے۔ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

کسی بھی امریکی صدر نے جب یہ دیکھا کہ اسرائیل لابی کی طرف سے جس پالیسی کواپنانے کیلئے دباؤ ڈالا جارہاہے وہ امریکی مفاد میں نہیں تو امریکی صدر نے ہمیشہ اسرائیل کومجبورکردیاکہ وہ امریکی پالیسی کواختیارکرے۔ 1956 میں جب اسرائیل برطانیہ اور فرانس نے نہرسوئز پر قبضہ کرنے کیلئے جنگ کا آغاز کیا تو اس وقت کے امریکی صدر آئزن ہاور نے اس جنگ پر شدید ناراضی کا اظہار کیا اور اسرائیل کو دھمکی دی کہ اگر اس نے مصری علاقوں سے قبضہ ختم نہ کیا تو امریکا میں اسرائیلی بونڈز اور نجی طور پر اسرائیل بھجوائی جانے والی، رقوم پر ٹیکس کی چھوٹ ختم کردی جائے گی۔ امریکی صدر آئزن ہاور نے اسرائیل کو یہ دھمکی اس وقت دی تھی جب صرف چند ہفتوں بعد امریکا میں صدارتی انتخابات ہونے جارہے تھے۔ امریکی صدر آئزن ہاور کی اس دھمکی کے نتیجے میں اسرائیل نے چندمہینوں میں تمام مصری علاقے خالی کردیئے۔ اسی طرح جب 1978 میں جب اسرائیل نے لبنان پرحملہ کیا اور دریائے لیتانی تک آ گیا تو امریکی صدر جمی کارٹر نے اسرائیل کوامداد بند کرنیکی دھمکی دیکر مجبور کردیا کہ وہ لبنان کی سرحد میں چند کلومیٹر تک محدود رہے۔ اسکے بعد اگلے امریکی صدر رونالڈ ریگن نے 1981 میں اے آئی پی اے سیکے بھرپور دباکو مسترد کرتے ہوئے فوکس طیارے سعودی عرب کو بیچے۔ اس کے 10 سال بعد بش سنئیر نے اے آئی پی ایسی کے بھرپور دباکا کامیابی سے مقابلہ کیا اور اسرائیل کی ناک رگڑتے ہوئے/10 ارب کا قرضہ جاری نہیں کیا جب تک مشرقِ وسطی میں امریکی امن منصوبے کی راہ میں رکاوٹیں ڈالنے والے شمیر کوشکست نہیں ہوگئی کیونکہ یہ امریکی منصوبے میں رکاوٹ تھا۔ 2004 میں بش جونیئر نے اسرائیل کونہ صرف چین سے اس معاہدے کوتوڑنے پر مجبور کردیا جس کے تحت اسرائیل نے طیاروں کوجدید بنایا تھا بلکہ اسرائیلی وزارت دفاع کے ڈائریکٹر جنرل آموس یارونکو بھی استعفیٰ دینا پڑا۔ اسی طرح اسرائیل پچھلے کئی سالوں سے امریکا کوایران پر حملے کیلئے آمادہ کرنے کی کوشش کررہا تھا لیکن نہ صرف یہ کہ امریکا اس کی اس خواہش کوپورا نہیں کیا بلکہ امریکا نے اسرائیل کوبھی سختی سے ایران پر کسی بھی قسم کے حملے سے روک دیا تھا۔ ان تمام حقائق کے باوجود آخر امریکا کیوں اسرائیل کی اس قدر حمایت کرتا ہے۔ سب سے پہلے تو اس بات کوذہن نشین کرلینا چاہیے کہ امریکا ایک نظریاتی ریاست اور دنیا کی واحد سپر پاور ہے۔ امریکا جو بھی فیصلے کرتا ہے اپنی ضرورت اور مفادات کوسامنے رکھ کر کرتا ہے۔ مشرق وسطی کا علاقہ کئی اعتبار سے اہمیت رکھتا ہے۔ دنیا کے تمام تجارتی بحری قافلے اس کے بحری علاقوں سے گزرتے ہیں، دنیا کے 66 فیصد سے زائد تیل وگیس کے ذخائر اس علاقے میں موجود ہیں اور ان تمام باتوں سے بڑھ کر یہ علاقے مسلم اکثریتی آبادی رکھتے ہیں۔ مشرق وسطی کی اہمیت کوواضح کرنے کیلئے سابق برطانوی وزیراعظم ہنری کیمپ بل (بینز مین) کاایک ہی تبصرہ کافی ہے: یہاں پر وہ لوگ (مسلمان) رہتے ہیں جو اس زبردست علاقے اور اس زمین میں موجود ذخائر کوکنٹرول کرتے ہیں۔ ان کی زمین انسانی تہذیب اور مذاہب کا گہوارہ ہے، ان لوگوں کا عقیدہ زبان، تاریخ اور جذبات ایک سے ہیں۔ کوئی قدرتی رکاوٹ ان لوگوں کو ایک دوسرے سے جدانہیں کرسکتی اور اگر کبھی جدا ہو بھی جائیں تو یہ دوبارہ ایک مملکت میں ضم ہوجائیں گے۔ پھر یہ دنیا کی قسمت کواپنے ہاتھ میں لے لیں گے اور یورپ کو باقی دنیا سے کاٹ دیں گے۔ ان وجوہات کوسنجیدگی سے لیا جائے تو ضروری ہے کہ ایک بیرونی اکائی کواس قوم کے دل میں پیوست کردیا جائے تاکہ اس قوم کی صلاحیتوں کوکبھی نہ ختم ہونے والی جنگوں میں ضائع کر دیا جائے۔ یہ بیرونی اکائی مغرب کیلئیا یک ایسے پلیٹ فارم کا کام بھی کرے گی جہاں سے وہ اپنے خفیہ منصوبوں کوانجام دے سکے گا۔ یہ ہیں وہ بنیادی وجوہات جن کی بنا پر پہلی جنگ عظیم کے بعد اس وقت کی سپر پاور برطانیہ نے مشرق وسطی کے علاقے میں یہودی مملکت کی کوششوں کا آغاز کیا اور پھر دوسری جنگ عظیم کے بعد جب امریکا سپر پاور بن گیا تو اس کے مفاد کا تقاضہ بھی یہی تھا کہ اسرائیل کی ریاست قائم کی جائے اور اس کومضبوط بنایا جائے۔ اسرائیلی ریاست کے ذریعے اس علاقے کو مسلسل جنگوں میں مبتلا رکھا جاتا ہے جس سے ایک طرف امریکی اسلحے کی فیکٹریاں چلتی رہتی ہیں تو دوسری طرف ان ممالک کی کمزوری کے سبب امریکا ان ممالک میں اپنے اثر ورسوخ کو بڑھاتا اور برقرار رکھتا ہے۔ دنیا کی واحد سپر پاور امریکا ہے جو سرمایہ داریت کے نظریے کا علم بردار ہے۔ مسلمانوں اور اسلام کا حقیقی دشمن یہودی یا اسرئیلی ریاست نہیں بلکہ امریکا اور سرمایہ داریت کا نظام ہے، اسرائیل تومحض امریکی مفادات کوپورا کرنے والا ایک کھلاڑی ہے۔ اس کھلاڑی کی یہ جرات اور طاقت نہیں ہوسکتی کہ وہ وقت کی واحد طاقت کواپنے مفادات کے مطابق چلا سکے۔ اسرائیل کی اس حقیقت کوایک اسرائیل استاد اور امن کیلئے کام کرنے والے کارکن نے اس طرح سے بیان کیا ہے: اسرائیل اپنے قبضوں کواس لیے برقرار رکھ پاتا ہے کیونکہ وہ مغرب خصوصا امریکا کے استعماری مفادات کوپورا کرنے کیلئے تیار رہتا ہے اور حقیقت میں اب اسرائیل امریکا کا ایک آزمودہ سپاہی بن چکا ہے۔ سابق امریکی وزیر خارجہ الیگزینڈر ہیگ نے اسرائیل کے متعلق بڑا اہم بیان دیا تھا: اسرائیل امریکا کا واحد سب سے بڑا ابحری وہوائی بیڑہ ہے جوڈوب نہیں سکتا۔ تاریخی اعتبار سے یہود اپنی سازشوں، مال واسباب اور سیاسی اثر ورسوخ کے باوجود کبھی بھی اپنے سیاسی اہداف بغیر کسی بیرونی طاقت کی مدد کے بغیر حاصل نہیں کرسکے۔ پچھلے چودہ سو سال میں یہود عباسی خلافت، عثمانی خلافت، اسپین کی اموی حکومت، یورپ اور امریکا میں معاشی لحاظ سے ہمیشہ خوش حال رہے ہیں لیکن کبھی بھی کسی علاقے میں یہود کوئی قابل ذکر سیاسی مقام نہیں بناسکے۔ ریاست مدینہ میں بنوقریضہ، بنونضیر، بنوقینقاع اور خیبر کے یہود اپنی معاشی سیاسی اور فوجی قوت کے باوجود کبھی بھی مدینہ کی ریاست کوبراہ راست چیلنج نہیں کرسکے بلکہ ہمیشہ قریشِ مکہ کی مدد کا انتظار کرتے تھے اور آخر میں اپنی سازشوں اور وعدہ خلافیوں کی بنا پر ان کو بے دخل ہونا پڑا۔ یہود یورپ میں ہمیشہ دوسرے درجہ کے شہری رہے اور جب کسی حکمران نے ان پر ظلم وستم کرنا چاہا تو ان کی معاشی طاقت کبھی کام نہ آئی۔ جب عثمانی خلافت اپنے کمزور ترین دور سے گزر رہی تھی تو یہودیوں نے خلیفہ عبدالحمید دوئم کواس بات کی پیش کش کی کہ اگر انہیں فلسطین کی زمین دیدی جائے تو خلافتِ عثمانہ کے تمام قرض وہ ادا کردیں گے لیکن اپنی معاشی قوت اور خلافت کی کمزوری کے باوجود یہود اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوسکے۔ وہ قوم جو پچھلے ڈھائی ہزار سال سے اپنی تمام تر سازشی ذہنیت اور مال واسباب کے باوجود در بدر تھی، بالآخر برطانوی وزیراعظم ہنری کیمپ بل کی وفات کے چالیس سال بعد اس کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے برطانیہ عربوں کے سینے میں خنجر گھونپ کر فلسطین میں اسرائیل مملکت قائم کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ خطے میں اسرائیل کا قیام اس وجہ سے ضروری تھا کہ مسلمانوں کو ہمیشہ کیلئے منقسم رکھنے اور خطے میں اپنے مفادات کے مستقل حصول کیلئے یہ ضروری ہے کہ یہود کوایک ریاست کی شکل میں طاقت دی جائے۔ اللہ سورہ آل عمران میں یہود کیلئے فرماتے ہیں۔ یہ تمہارا کچھ بگاڑ نہیں سکتے، زیادہ سے زیادہ بس کچھ ستا سکتے ہیں۔ اگر یہ تم سے لڑیں گے تو مقابلہ میں پیٹھ دکھائیں گے، پھر ایسے بے بس ہوں گے کہ کہیں سے ان کومدد نہ ملے گی۔ یہ جہاں بھی پائے گئے ان پر ذلت کی مار ہی پڑی، کہیں اللہ کے ذمہ یا انسانوں کے ذمہ میں پناہ مل گئی تو یہ اور بات ہے۔ یہ اللہ کے غضب میں گھر چکے ہیں، ان پر محتاجی ومغلوبی مسلط کردی گئی ہے، اور یہ سب کچھ صرف اس وجہ سے ہوا ہے کہ یہ اللہ کی آیات سے کفر کرتے رہے اور انہوں نے پیغمبروں کوناحق قتل کیا۔ یہ انکی نافرمانیوں اور زیادتیوں کا انجام ہے۔ 111۔ 112 اللہ نے قوم یہود پر ہمیشہ ہمیشہ کی ذلت مسلط کردی ہے۔

شام: شیعہ سنی کا نہیں، استعمار کا کھیل

تحریر: سید کرامت حسین شعور جعفری

ہمیں اس نازک دور میں حقیقت کو جذبات سے نہیں، بصیرت سے سمجھنے کی ضرورت ہے۔ برسوں سے جو کچھ شام کی سرزمین پر ہو رہا ہے، اسے محض شیعہ سنی تناظر میں دیکھنا نہ صرف سطحی سوچ ہے، بلکہ استعمار کی اس خطرناک سازش کا شعوری یا لاشعوری طور پر حصہ بن جانا بھی ہے، جس نے امتِ مسلمہ کو ٹکڑوں میں بانٹ کر مغرب کے قدموں میں ڈال دیا ہے۔ چنانچہ قرآن ہمیں تنبیہ کرتا ہے: ولاتونوا الذِین تفرقوا واختلفوا مِن بعدِ ماجآ ہم البینات (اور ان لوگوں جیسے نہ ہو جا جو واضح نشانیوں کے بعد بھی تفرقے میں پڑ گئے آلِ عمران 105) ہمیں یہ جاننا ہوگا کہ شام کی جنگ کا اصل محرک فرقہ واریت نہیں تھا۔ یہ ایک عالمی منصوبہ تھا گریٹر اسرائیل کے قیام کا خواب، جسے امریکہ اور اسرائیل کئی دہائیوں سے پال رہے تھے۔ اس منصوبے میں شام ایک بڑی رکاوٹ تھا۔ بشار الاسد کی حکومت نے فلسطین کے حق میں ہمیشہ واضح موقف اختیار کیا، لبنان میں مزاحمتی تحریکوں کی پشت پناہی کی، اور اسرائیل کے غاصبانہ اقدامات کی کھل کر مخالفت کی۔ چنانچہ امریکہ و اسرائیل نے اسے ہر صورت میں ہٹانا ضروری سمجھا۔ اس منصوبے کی بنیاد 1982 میں شائع ہونے والی اسرائیلی تھنک ٹینک رپورٹ A Strategy for Israel in the 1980s میں واضح طور پر ملتی ہے، جس میں عرب ممالک کو اندرونی لسانی و مذہبی بنیادوں پر توڑنے کی تجویز دی گئی۔ (۱)

اسی مقصد کے تحت دنیا بھر سے انتہا پسند عناصر کو اکٹھا کیا گیا، ان پر جہاد کا لبادہ چڑھایا گیا، اور شام پر یلغار کرائی گئی۔ ان دہشتگردوں کی قیادت میں ایسے افراد شامل ہیں جو نہ سنی ہیں نہ شیعہ اصلا مسلمان ہی نہیں ہیں خالص استعمار کے تربیت یافتہ ایجنٹ، جیسے جولانی، جس کے بارے میں مغربی اخبارات Haaretz اور Times of Israel خود اعتراف کر چکے ہیں کہ وہ اسرائیلی مفادات کے تحفظ پر مامور ہے۔ (۲)

یہاں تک کہ اس طویل جنگ کے دوران جب یہی دہشتگرد زخمی ہوتے، تو ان کا علاج اسرائیل کے اسپتالوں میں ہوتا۔ (۳)

یہ حقیقت اس پوری جنگ کے پیچھے کارفرما اصل قوتوں کو بے نقاب کرنے کیلئے کافی ہے کہ نام اسلام کا، مگر کام اسرائیل کا! افسوس کہ ہم میں سے کچھ افراد نے اس جنگ کو صرف شیعہ سنی مسئلہ سمجھا۔ ہم نے جو کچھ سنا، بغیر تحقیق قبول کر لیا۔ میڈیا نے جو بتایا، ہم نے وہی دہرایا۔ بشار الاسد کو شیعہ کہہ کر سنیوں پر ظلم کا الزام لگا دیا گیا، حالانکہ وہ خود سنی العقیدہ ہے۔ (۴)

اور شام کے سماجی و سیاسی نظام میں فرقہ واریت کا نام و نشان نہیں تھا۔ ہم نے خود شام کا متعدد بار سفر کر کے دیکھا ہے، پڑھا ہے وہاں کے بازار، مدارس، مساجد، مزارات، اور یونیورسٹیاں سب میں مختلف مکاتبِ فکر کے افراد ایک ساتھ زندگی گزارتے نظر آتے تھے۔ مساجد میں اختلاف نہیں تھا شیعہ سنی ایک ساتھ نماز پڑھتے تھے، اور دلوں میں مسلک کی دیواریں نہیں تھیں۔ درحقیقت اسد حکومت کے خلاف شام میں سنیوں پر ظلم کا جو شور اٹھایا گیا، وہ محض ایک جھوٹا اور منصوبہ بند پروپیگنڈہ تھا، جو امریکہ، اسرائیل اور انکے استعماری حواریوں نے کروایا۔ اس پروپیگنڈے کا مقصد فرقہ واریت کو ہوا دینا اور شام کی مزاحمتی قوت کو اندر سے توڑنا تھا۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ و آلہ کی حدیث یہاں صادق آتی ہے: ذا ظہرت الفتن وقطعت الرحام وتر المر بالمعروف، فانتظر البلا (جب فتنے ظاہر ہوں، رشتے ٹوٹیں، اور امر بالمعروف ترک کر دیا جائے، تو بلا کا انتظار کرو۔ بحار النوار، ج 74، ص 312) صحیح بخاری، کتاب الفتن، حدیث نمبر: 7068 افسوس کہ ہمارے سادہ لوح مسلمان بار بار ایسی سازشوں کا شکار ہوتے ہیں، اور بار بار استعمار کے بچھائے ہوئے جال میں الجھ جاتے ہیں یہ سوچے بغیر کہ دشمن ان کے جذبات کو ہتھیار بنا کر خود ان کیخلاف استعمال کر رہا ہے۔ ہمیں یہ بھی سمجھنا ہوگا کہ جو ظلم شام میں ہوا، وہ صرف حکومت یا فوج کی طرف سے نہیں تھا بلکہ زیادہ تر خونریزی انہی نام نہاد مجاہدین دہشت گردوں کے ہاتھوں ہوئی، جنہیں استعمار نے پالا پوسا، اور جنہوں نے اسرائیل کیخلاف ایک پتھر تک نہ اٹھایا، مگر دمشق، حلب، اور ادلب کو راکھ میں بدل دیا۔ جیسا کہ امام علیؑ نے فرمایا: الجہل عدو نفسِہ (جہالت انسان کا سب سے بڑا دشمن ہے۔ نہج البلاغہ، حکمت 31) اب جبکہ ایک بار پھر شام پر حملے ہو رہے ہیں، اور کچھ مخصوص عناصر اسے شیعوں کی خوشی یا سنیوں کا انتقام بنا کر پیش کر رہے ہیں، تو ہمیں خود سے پوچھنا چاہیے کہ کیا ہم اب بھی اسی پرانی سازش کے جال میں الجھنے کو تیار ہیں؟ قرآن نے واضح طور پر کہا: تِل الیام نداوِلہا بین الناسِ (یہ دن ہم لوگوں کے درمیان پھیرتے رہتے ہیں آلِ عمران 140 آج اگر شام ہے، تو کل کوئی اور ہوگا اور اگر ہم نے دشمن کو پہچاننے کے بجائے ایک دوسرے کو نشانہ بنایا، تو وہ دن بھی دور نہیں جب ہم بھی ان سازشوں کے شکار بن جائیں۔ اب وقت ہے کہ ہم اپنی فکر کی بنیاد فرقے کے بجائے امت پر رکھیں۔ ہمیں پہچاننا ہوگا کہ اصل جنگ انسانیت کی ہے سچ اور جھوٹ کی ہے حق و باطل کی ہیاور باطل کا چہرہ امریکہ ہے، اسرائیل ہے، اور وہ ہر فرد ہے جو انسانیت اور امت کو بانٹنے کی سازش میں شریک ہے چاہے وہ کسی بھی لباس میں کیوں نہ ہو۔ اور جیسا کہ قرآن فرماتا ہے: نِما المؤمِنون خو (بیشک تمام ممن آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ الحجرات 49:10) آیئے، ہم شیعہ سنی کے خول سے نکل کر، استعمار کے خلاف ایک امت بن کر کھڑے ہوں کیونکہ دشمن ہمیں فرقوں میں بانٹ کر نہیں، امت بننے سے ڈرتا ہے۔

حوالہ جات: 1. Oded Yinon, A Strategy for Israel in the
2. 1980s, Kivunim (1982) Haaretz, July 2017; Times of Israel treated over Israel, 2015
3. UNDOF 1600 Syrian rebels Report, 2015: Israel-rebel
4. Patrick Seale, communications Asad: The Struggle for the Middle East; Joshua Landis,
5. Tim Anderson, SyriaComment The Dirty War on Syria, Global
6. Research صحیح بخاری، کتاب الفتن، حدیث نمبر: 7068 بحار النوار، علامہ مجلسی، ج 74، ص 312
7. نہج البلاغہ، حکمت 31
8. قرآن مجید، سور آل عمران 3:140، سور الحجرات 49:10، سور آل عمران 3:105

مکتب حضرت زینبؑ عزت اور استقامت کا اعلیٰ نمونہ

متحدہ انجمن ہائے اسلامی میں ولی فقیہ کے نمائندے حجۃ الاسلام والمسلمین محمد جواد حاج علی اکبری نے صوبہ ہمدان میں انجمن اسلامی کے ذمہ داروں اور طلبا اراکین کے اجتماع میں، انقلابِ اسلامی کے متعلق نوجوانوں کے کردار اور جہادِ تبیین پر زور دیا۔انہوں نے قرآن کی آیت 'اِن

الذِین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا' کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ اللہ کی ربوبیت کو تسلیم کرنا اس وقت تک معنی نہیں رکھتا جب تک اس پر ثابت قدمی نہ دکھائی جائے اور جن لوگوں نے اس راستے کا انتخاب کیا ہے انہیں دشمن کی طرف سے اٹھائے جانے والے شکوک وشبہات اور فتنے کے خلاف مزاحمت کرنی ہوگی۔ حجۃ الاسلام والمسلمین حاج علی اکبری نے حضرت زینب سلام اللہ علیہا کے کردار کو تاریخ اسلام میں نمونہ قرار دیتے ہوئے کہا کہ مکتب جناب حضرت زینب سلام اللہ علیہا، عزت اور استقامت کی ایک مثال ہے اور نوجوانوں کو اس روح کو اپنی زندگی میں اتارنا چاہیے، تاکہ وہ انحرافات کے خلاف کھڑے ہوسکیں۔انہوں نے مزید کہا کہ انقلابِ اسلامی؛ ایرانی قوم کی اہل بیتؑ کے راستے پر استقامت اور عاشورا کے اسباق کا نتیجہ ہے اور حالیہ علاقائی کامیابیاں شہدا کے اہل خانہ، غازیوں اور ایرانی قوم کی پائیداری کا نتیجہ ہیں۔حاج علی اکبری نے انجمن اسلامی کے طلبا کے کردار کا ذکر کرتے ہوئے انہیں ایک الگ نسل قرار دیا جو دشمن کی فکری اور میڈیا جنگ میں صف اول پر ہیں۔آخر میں انہوں نے مدارس کو جہادِ تبیین کا مرکز قرار دیا اور کہا کہ طلبا اور اساتذہ انقلابِ اسلامی کی بنیادوں کو مضبوط کرنے کے لیے جہادِ تبیین کے سلسلے کو جاری رکھیں۔

حزب اللہ کو غیر مسلح کرنے کا صہیونی خواب کبھی پورا نہیں ہوگا، شیخ نعیم قاسم

لبنان کی مزاحمتی تحریک حزب اللہ کے سیکریٹری جنرل شیخ نعیم قاسم نے کہا ہے کہ صہیونی حکومت حزب اللہ کے ہتھیار چھیننے میں کبھی کامیاب نہیں ہوسکتی اور ہم ہر ممکنہ جارحیت کا مقابلہ کرنے کیلئے تیار ہیں۔انہوں نے کمانڈر علی کرکی کی یاد میں ایک تقریب سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ شہید کمانڈر علی کرکی حزب اللہ کے بانیوں میں سے تھے اور

سید حسن نصر اللہ کے ہمراہ شہید ہوئے۔شیخ نعیم قاسم نے لبنان میں مزاحمت کی تاثیر پر سوال اٹھانے والوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ حزب اللہ نے 1982 سے لیکر آج تک بے شمار کامیابیاں حاصل کی ہیں۔انہوں نے زور دے کر کہا کہ یہ درست ہے کہ مزاحمت اسرائیل کی جنگ کو روکنے میں مکمل طور پر کامیاب نہ ہوسکی، لیکن اس نے دشمن کو سرحدی علاقے سے آگے بڑھنے سے روک دیا اور جنگ کو پھیلنے نہیں دیا۔حزب اللہ نے پچھلے 17 سال سے لبنان کی سلامتی اور استحکام کو برقرار رکھا ہے۔شیخ قاسم نے انکشاف کیا کہ امریکہ اور اسرائیل موجودہ جنگ بندی معاہدے کو اپنے مفادات کے خلاف سمجھتے ہیں اور اسی لیے وہ ایک نیا معاہدہ تجویز کررہے ہیں جس کا اصل مقصد پورے لبنان میں حزب اللہ کو غیر مسلح کرنا ہے۔انہوں نے مزید کہا کہ ہم حزب اللہ کے خلاف اس نئی سازش کو لبنانی قوم کے لیے ایک خطرہ سمجھتے ہیں، اور ہمیں اس کا سامنا کرنا ہوگا۔اگر ہم نے ہتھیار ڈال دیے تو دشمن پورے ملک پر قبضہ کرلے گا۔آخر میں انہوں نے دوٹوک انداز میں کہا کہ اسرائیل کبھی بھی ہمارے ہتھیار نہیں چھین سکتا۔اگر وہ جارحیت کرے تو ہم پوری قوت سے دفاع کریں گے۔ جب تک ہم زندہ ہیں، اسرائیل اپنے مقاصد میں کبھی کامیاب نہیں ہوسکے گا۔

ایران کی دفاعی ترقی بے مثال: نمائندہ آیت اللہ العظمیٰ سیستانی

نمائندہ آیت اللہ العظمیٰ سید علی سیستانی، حجۃ الاسلام والمسلمین سید جواد شہرستانی نے کہا ہے کہ

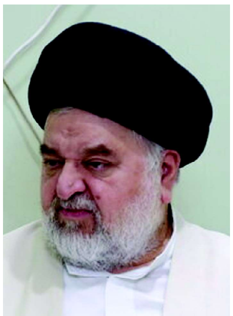

اسلامی جمہوریہ ایران نے دفاعی سازوسامان کی تیاری میں جو پیشرفت حاصل کی ہے، وہ دنیا میں بے نظیر ہے۔انہوں نے یہ بات قم المقدسہ میں صدرِ ادار بہزیستی سید جواد حسینی سے ملاقات کے دوران کہی۔ حجۃ الاسلام شہرستانی نے کہا کہ ایران بے شمار علمی وفکری صلاحیتوں کا حامل ملک ہے، جنہیں مستقبل سازی کے لیے بروئے کار لایا جانا ضروری ہے۔انہوں نے نوجوانوں کی علمی تربیت پر زور دیتے ہوئے کہا: تعلیم و تربیت کا نظام ان صلاحیتوں کی شناخت اور نشو ونما میں بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔ہمیں فزکس، کیمسٹری اور دیگر علوم میں بے پناہ ذہانت رکھنے والے افراد میسر ہیں جن کی قدر کرنی چاہیے۔انہوں نے مزید کہا کہ ہمیں اپنی قابلیتوں کو پہچان کر ان کی بنیاد پر منظّم منصوبہ بندی کرنی چاہیے تاکہ علمی و صنعتی ترقی کی بلند ترین منزلوں تک پہنچ سکیں۔ حجۃ الاسلام والمسلمین شہرستانی نے زور دیتے ہوئے کہا کہ آج ایران نہ صرف اعلی دفاعی ساز و سامان تیار کررہا ہے بلکہ طبی شعبوں میں بھی نمایاں ترقی کرچکا ہے۔ یہاں تک کہ روس جیسے ملک کو ایران سے ڈرونز امپورٹ کرنے کی ضرورت پڑ رہی ہے۔انہوں نے اس بات پر بھی تاکید کی کہ ملک کے باصلاحیت افراد کو بیرون ملک جانے سے روکنا چاہیے اور قومی سرمائے سے بھرپور استفادہ کیا جانا چاہیے۔

ذکر امام حسینؑ بہترین ذخیرِ آخرت ہے: مولانا سید احمد علی عابدی

امام جمعہ ممبئی حجۃ الاسلام والمسلمین مولانا سید احمد علی عابدی نے نمازِ جمعہ کے خطبوں میں مجالسِ عزا اور عزاداری کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ ذکر حسینؑ آخرت کا بہترین ذخیرہ ہے۔مولانا نے رسولؐ کی ایک طویل حدیث بیان کرتے ہوئے کہا کہ غیبت، دنیا کی محبت، تکبر، خود پسندی، حسد، بے رحمی اور عدم اخلاص عمل کی قبولیت میں رکاوٹ ہے۔انہوں نے اخلاص کے سلسلے میں امام خمینیؒ کے قول کو بیان کرتے ہوئے کہا کہ امام خمینیؒ نے فرمایا: 'جو عمل اللہ کے لیے نہیں ہوگا اس کی قبولیت کے لیے خدا سے مطالبہ عبث ہے۔' یاد رکھیں کہ ہم سب کو بے وقوف بنا سکتے ہیں، لیکن خدا کو نہیں۔مولانا نے ایک روایت کے ذیل میں کہا کہ جو عمل اللہ کے لیے نہیں ہوتا ہے اللہ اسے قبول نہیں کرتا ہے۔امام جمعہ ممبئی نے ذکر حسین پر تاکید کرتے ہوئے کہا کہ امام حسین علیہ السلام کا ذکر اور ان کی عزاداری ہی واحد ذریعہ ہے جو ہمارے لیے بہترین ذخیرِ آخرت ہے، لہٰذا کوشش کریں کہ خلوصِ دل سے امام حسین علیہ السلام کا تذکرہ کریں اور ان کی عزاداری کریں۔

بھوک؛ غزہ میں دشمن کا آخری ہتھیار

تحریر: عادل فراز

غزہ میں محدود جنگ بندی کا اعلان ہوا ہے، مگر یہ انسانی امداد کی ترسیل کے لئے ناکافی ہے۔ اسرائیل نے عالمی دبا سے مجبور ہوکر محدود جنگ بندی پر رضامندی ظاہر کی ہے اور اب غزہ میں انسانی امداد پہونچنا شروع ہوگی۔ اسرائیل نے مستقل جنگ بندی کے بجائے غزہ کے تین مخصوص علاقوں میں روزانہ دس گھنٹے کے لئے حملے روکنے کا فیصلہ کیا ہے؛ البتہ اسرائیل کے وعدے پر یقین نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ اس سے پہلے بھی وہ مسلسل جنگ بندی کی مخالفت کرتا رہا ہے۔

اسرائیل انسانی امداد حاصل کرنے کے لئے ضرورت مندوں کی بھیڑ پر ہوائی حملے کرکے نسل کشی کررہا ہے۔ خاص طور پر عورتوں اور بچوں کو ہدف بنایا جارہا ہے تاکہ غزہ میں انسانی بحران کو جنم دے کر وہاں صہیونیوں کے لئے عیاشی کے مراکز قائم کئے جاسکیں۔ مختلف رپورٹوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسرائیل اب بھی جنگ بندی کے اصولوں کو پامال کررہا ہے۔ عوام مسلسل بھوک سے مررہے ہیں۔ خاص طور پر بچے بھوک سے تڑپ تڑپ کر دم توڑ رہے ہیں۔ زخمیوں کو علاج میسر نہیں ہے اور وہ مہلک امراض کا شکار ہیں۔ ایسے پرآشوب حالات میں محدود جنگ بندی سے زیادہ راحت کی امید نہیں ہے۔ عالمی دباؤ میں ابھی مسلسل اضافہ ہونا چاہیے تاکہ جنگ بندی کا دائرہ مزید وسیع ہوسکے۔

اہل غزہ کا درد پوری دنیا نے محسوس کیا، سوائے عالمی حکمرانوں کے۔ خاص طور پر مسلم حکمران جو بے غیرتی اور بے حسی کی مجسم تصویر بن چکے ہیں۔ غزہ کو شدید غذائی قلت کا سامنا ہے۔ اسرائیل نے غزہ میں داخلے کے تمام راستے بند کرر کھے ہیں۔ اہل غزہ کی استقامت اور حوصلے کو توڑنے کے لئے بھوک کو آخری ہتھیار کے طور پر استعمال کیا جارہا ہے۔ اقوام متحدہ کی رپورٹ کے مطابق بچے بھوک سے دم توڑ رہے ہیں۔ اونرا کے ترجمان عدنان ابوحسنہ کے مطابق غزہ کی صورتحال قابو سے باہر ہوچکی ہے۔ انہوں نے کہا کہ غزہ میں انسانی امداد کا پورا نظام زمین بوس ہوچکا ہے اور اس وقت لاکھوں انسان زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا ہیں۔ یہ انسانی بحران قدرتی آفت نہیں بلکہ اسرائیل کے سیاسی فیصلے کا نتیجہ ہے۔ اقوام متحدہ اور اس کی ذیلی تنظیموں کے تمام بیانات غزہ کی بدترین صورت حال کو ظاہر کرتے ہیں، اس کے باوجود عالمی رہنماؤں کے کان پر جوں تک نہیں رینگی۔ امریکی صدر ٹرمپ جو ہر جنگ بندی کا کریڈٹ لینے میں پیش پیش رہتے ہیں وہ بھی غزہ میں جنگ بندی نہیں کرواسکے۔ اسرائیل کی جنگ حماس کے ساتھ ہے مگر حماس کو شکست دینے اور ان کی فوجی قیادت کو گھٹنوں پر لانے کے لئے اہل غزہ کے خلاف بھوک کو ہتھیار کے طور پر استعمال کیا جارہا ہے۔ عالمی دباؤ تشکیل دینےمیں مسلم حکمرانوں کا کوئی کردار نہیں رہا۔ انہوں نے اسرائیلی مظالم کی صرف زبانی مذمت کی ہے اور کسی بھی عملی اقدام سے باز رہے ہیں۔ اگر وہ متحد ہوکر دباؤ بناتے تو اب تک غزہ میں انسانی امداد کی ترسیل کے لئے تمام راستے کھول دیئے جاتے، کیونکہ اسرائیل کو اپنے وجود کے لئے ان حکمرانوں کی حمایت کی بے حد ضرورت ہے۔

غزہ میں قحط اور بھکمری شباب پر ہے۔ انسانی حقوق کی سو سے زیادہ بین الاقوامی تنظیموں اور گروہوں نے غزہ میں بڑے پیمانے پر قحط کا انتباہ دیا ہے۔ اونرا کے کمشنر جنرل فلپ لازرانی نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ غزہ میں لوگ مردہ ہیں اور نہ زندہ بلکہ وہ چلتی پھرتی لاشیں ہیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ بھوک سے مرنے والوں میں اکثریت بچوں کی ہے۔ ہماری ٹیم کو جو بچے ملے ہیں وہ انتہائی لاغر، کمزور اور قریب المرگ ہیں۔ اگر ان کا فوری علاج نہ کیا گیا تو ان کی زندگیوں کو خطرہ لاحق ہے۔ ان بیانات سے غزہ میں سنگین صورت حال کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ عالمی صحت کی معروف تنظیم نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ غزہ کی آبادی کا بڑا حصہ بھکمری کا شکار ہے۔ اس تنظیم کے سربراہ ٹیڈروس نے کہا کہ میں نہیں جانتا کہ آپ اس صورتحال کو بڑے پیمانے پر قحط اور بھکمری کے اور کیا کہیں گے' یہ صورتحال انسانوں کی پیدا کردہ ہے۔ دوسری طرف اقوام متحدہ کے فوڈ ایڈ پروگرام نے خبردار کرتے ہوئے کہا کہ غزہ میں ہر تیسرا شخص کئی دن تک بغیر غذا کے زندگی گذار رہا ہے۔ رپورٹ کے مطابق نوے ہزار خواتین اور بچوں کو فوری علاج کی ضرورت ہے۔ اس ناگفتہ بہ صورت حال کو پوری دنیا محسوس کررہی ہے۔ امریکہ کے ایوان کانگریس کے کئی اراکین نے غزہ میں انسانی بحران کے مسئلے کو سنجیدگی سے اٹھایا ہے۔ انہوں نے ایک مشترکہ بیان جاری کرتے ہوئے کہا کہ غزہ میں انسانی صورت حال نہایت افسوس ناک، لرزہ خیز اور کسی طور بھی قابل قبول نہیں۔ غزہ میں انسانی امداد کی ترسیل نہ صرف انتہائی مشکل بلکہ جان لیوا بن چکی ہے جس کے نتیجے میں تقریبا سینکڑوں بے گناہ فلسطینی شہید ہوچکے ہیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ غزہ کی محصور آبادی کا پچھتر فیصد حصہ اسرائیلی حکومت کی جانب سے مسلط کردہ محاصرے کے باعث ہولناک بھوک کا سامنا کررہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ نتن یاہو کی مجرمانہ پالیسیاں انسانی وقار اور عالمی ضمیر کے منہ پر طمانچہ ہیں۔ امریکی ایوان کانگریس کے نمائندگان نے تو غزہ میں انسانی امداد فراہم کرنے والی امریکی حمایت یافتہ تنظیم غزہ ہیومنیٹیرین فاؤنڈیشن کی کارکردگی پر بھی سوال اٹھائے ہیں۔ کیا ایسی جرات کسی مسلم حکومت کے نمائندوں میں پائی جاتی ہے جو اپنی حکومت کی بے حسی کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرسکیں؟ اسرائیل کے حلیف ممالک میں جابجا فلسطین کی آزادی اور غزہ میں جنگ بندی کے لئے احتجاج ہورہے ہیں مگر مسلم ملکوں کی عوام اب بھی مغرب سے کوئی سبق نہیں لے سکی۔ مسلم حکومتوں کے خلاف ان کے عوام میں غم وغصہ تو پایا جاتا ہے مگر یہ غصہ کب لاوا میں تبدیل ہوگا یہ نہیں کہا جاسکتا۔

ووٹ بندی کے خلاف اپوزیشن کی محاذ بندی

وشود دیپک

راشد کہتے ہیں میں نے نہ درخواست دی اور نہ فارم بھرا، پھر بھی درخواست الیکشن کمیشن کے پورٹہ پر اپلوڈ ملا۔ اقلیتی طبقہ کے ووٹرس کو حق رائے دہی سے محروم کیے جانے کی دہشت کے درمیان انھوں نے چین کی سانس ضرور لی ہے، لیکن انھیں دوسرا خوف یہ ہے کہ اگر ان کا فارم خود بخود اپلوڈ ہو گیا ہے، تو اسی طرح ہٹ بھی تو سکتا ہے۔ وہ کہتے ہیں میرے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے کہ میں نے فارم جمع کیا تھا۔ جب میں ڈپلی کیٹ فارم مانگتا ہوں تو مجھے ٹرکا دیا جاتا ہے۔

راشد کی ملاقات پٹنہ کے سلطان گنج علاقہ میں درگاہ کے پاس نیم کے درخت کے نیچے اکٹھا کچھ مسلم نوجوانوں سے ہوئی۔ انھوں نے خود کو سماجی کارکن بتایا جو لوگوں کو فارم بھرنے اور جمع کرنے میں مدد کر رہے ہیں۔ ان میں سے ایک نوجوان، جو کمپیوٹر اپلی کیشن میں ماسٹر کا طالب علم ہے، راشد کی حمایت کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے ہم آن لائن فارم جمع کرنا پسند کرتے ہیں، کیونکہ ہمارا ماننا ہے کہ یہ بی ایل او کو فارم سونپنے سے کہیں زیادہ محفوظ ہے۔ اکثر فارم اپنے آپ بھر دیے جاتے ہیں یا ان سے چھیڑ چھاڑ کی جاتی ہے۔ ہمیں نہیں پتہ ڈاٹا کون درج کر رہا ہے۔ کیا یہ تنہا واقعہ ہے یا کوئی تکنیکی خامی ہے؟ یا پھر کوئی بڑی سازش؟ کوئی نہیں جاتا۔

یوٹیوبر اجیت انجن نے کئی ویڈیو میں بوتھ سطح کے افسران (بی ایل او) کو جنوری 2025 میں شائع ترمیم شدہ ووٹر لسٹ کی بنیاد پر خالی فارم بھرتے دکھایا ہے۔ انھیں نہ صرف فارم بھرتے بلکہ ان ووٹرس کی طرف سے دستخط کرتے بھی دیکھا جا سکتا ہے جو اس سے بالکل انجان ہیں۔ راشد جیسے بیدار ووٹرس تو خطرہ سمجھ گئے ہیں، لیکن بیشتر ووٹرس انجان ہیں۔ راشد کے کنبہ کے 3 اراکین کے اپڈیٹیڈ فارم ان کی جانکاری کے بغیر اپلوڈ کر دیے گئے، جبکہ 2 دیگر فارم جمع کرنے کے لیے جدوجہد کر رہے ہیں۔

اپوزیشن اس معاملے میں سخت ٹکرا دیتا نظر آ رہا ہے۔ منمانے طریقے سے لوگوں کے نام ووٹر لسٹ سے ہٹانے کے خلاف انڈیا بلاک تحریک چلا رہا ہے۔ ریاست میں اہم اپوزیشن پارٹی آر جے ڈی نے ووٹر بچاؤ مہم چلائی ہے۔ آر جے ڈی ذرائع کا کہنا ہے کہ کوآرڈینیٹرس، کنو یزس اور سماجی کارکنان کو ایک ایک اسمبلی حلقہ سونپا گیا ہے تاکہ وہ لوگوں کی مدد کریں اور ووٹر لسٹ کی خصوصی گہری نظر ثانی) ایس آئی آر (کی نگرانی کر سکیں۔ ووٹر لسٹ کی نظر ثانی کا یہ کام 25 جولائی تک مکمل ہونا ہے۔

پٹنہ میں آر جے ڈی دفتر کے باہر بڑے بینر پر لکھا ہے آر ایس ایس کے سروے میں تیجسوی کی حکومت بن رہی، اس لیے بی جے پی الیکشن کمیشن سے دھاندلی کروا رہی۔ پٹنہ میں آر جے ڈی دفتر میں سماجی خدمت گار مقامی یونٹس اور ضلع سربراہان کو فون کرنے میں مصروف ہیں؛ ان سے لوگوں کو متحد کرنے کو کہا جا رہا ہے۔ ایک سماجی خدمت گار کہتا ہے ہدف ہر بوتھ سطح کے ووٹرس تک پہنچنا ہے، تاکہ ووٹ بندی کو روکا جا سکے۔ وہ مزید کہتے ہیں کہ پورے بہار سے ایسی خبریں آ رہی ہیں کہ افسران ووٹرس کے ذریعہ بھرے گئے فارم قبول نہیں کر رہے ہے، خصوصا جہاں انڈیا بلاک کی پارٹیاں فعال ہیں

آر جے ڈی ٹیم کا دعوی ہے کہ ایس آئی آر میں شیطانی ارادوں کے بہت ثبوت موجود ہیں۔ دربھنگہ میں بی جے پی ضلع خاتون سیل کی صدر ایک سرکاری دفتر میں بی ایل او کے بغل میں بیٹھ کر ایس آئی آر فارم دیکھتے کیمرے میں قید ہوئیں۔ گوپال گنج میں ضلع مجسٹریٹ نے مبینہ طور پر سماجی خدمات کو بتایا کہ 17 جولائی کے بعد فارم نہیں لیے جائیں گے، جبکہ ایسی کوئی مدت کار کا اعلان نہیں کیا گیا ہے۔ ایسی ہی شکایت مغربی چمپارن کے بگہا سے بھی ملی ہے۔ دلت عیسائی لیڈر اور آر جے ڈی ہیڈ کوارٹر کے انچارج مکند سنگھ کہتے ہیں کہ یہ لوگوں کو حق رائے دہی سے محروم کرنے کی سوچی سمجھی حکمت عملی ہے۔ کانگریس اور سی پی آئی (ایم ایل) نے بھی لوگوں کو ووٹرس کی شکل میں نامزد کرنے میں مدد کے لیے مساوی مہم چلا رکھی ہے۔

پٹنہ سے 400 کلومیٹر دور کشن گنج میں کانگریس ترجمان تجمید احمد کہتے ہیں ہندوستانیوں سے شادی اور دہائیوں سے کشن گنج اور آس پاس رہ رہیں کئی نیپالی نژاد خواتین کو ہندوستانی شہریت ثابت نہ کر پانے کی صورت میں ووٹر لسٹ سے باہر کیا جا رہا ہے۔ انھوں نے نمائندہ کو بتایا کہ حالانکہ کمیشن نے کہا ہے کہ نیپالی اور بنگلہ دیشی نژاد کے شہریوں کے لیے الگ طریقہ کار اختیار کیا جائے گا، لیکن زمینی سطح پر ایسا کچھ نہیں۔

سی پی آئی (ایم ایل) نے بھی عوامی مہم شروع کی ہے۔ پارٹی کی اسٹوڈنٹس اور یوتھ وِنگ لوگوں کی مدد کر رہی ہیں۔ پارٹی ذرائع کے مطابق پارٹی نے 2020 میں ریاست کی 19 نشستوں پر امیدوار اتار کر اسمبلی میں 16 سیٹیں جیتی تھیں۔ پارٹی رکن پارلیمنٹ سداما پرساد کی قیادت میں چلائی جا رہی مہم میں سی پی آئی (ایم ایل) کارکن ایس آئی آر فارم قبول کرنے سے انکار کرنے کو ریکارڈ کر رہے ہیں۔ بکسر سے آر جے ڈی رکن پارلیمنٹ سدھا کر سنگھ اس معاملے میں کہتے ہیں کہ یہ سیاسی لڑائی ہی نہیں، آئین بچانے کی بھی لڑائی ہے۔ ہم نے سپریم کورٹ میں عرضی ڈالی، الیکشن کمیشن سے رابطہ کیا اور اب سڑکوں پر ہیں، تاکہ ووٹرس حق رائے دہی سے محروم نہ ہوں۔ اگر ایس آئی آر میں گڑبڑی ہوتی ہے تو کیا انڈیا بلاک الیکشن کا بائیکاٹ کریگا؟ اس سوال کے جواب میں سدھا کر سنگھ کہتے ہیں ہم بھگوڑے نہیں ہیں، ہم لڑینگے۔ بہار کے لوگ اپنا ووٹ چھننے نہیں دینگے۔ ایس آئی آر نے گمراہی، انارکی اور ٹکراو کو جنم دیا ہے۔ 25 جولائی میں چند دن بچے ہیں۔ ووٹرس اب بھی گمراہ ہیں اور افسران بے خبر ہیں۔

کئی سوالات ہیں، لیکن کوئی جواب نہیں۔ یہ سب اب کیوں ہو رہا ہے، خاص کر جب ووٹر لسٹ جنوری میں ہی اپڈیٹ ہوئی ہے؟ جنوری سے اب تک کیا بدلا ہے؟ اس کا فائدہ کسے ہوگا اور نقصان کسے؟ اس عمل کا مینجمنٹ کون کر رہا ہے؟ کوئی جوابدہی کیوں نہیں ہے؟

کیا یہ ووٹر لسٹ کی تجدید ہے یا پچھلے دروازے سے این آر سی اور شہریت کو جانچ کرنا؟ سرکاری افسران بھی اس معاملے میں غیر یقینی کا شکار ہیں۔ جس وقت بڑے پیمانے پر اور غیر معمولی جلد بازی کے ساتھ یہ عمل انجام دیا جا رہا ہے، اس نے بی جے پی حامیوں کو بھی حیران کر دیا ہے۔ بی جے پی کی بنیاد تصور کیے جانے والے معاشی طور سے پسماندہ طبقہ)ای بی سی (کے کئی لوگوں کے پاس زمین کے ریکارڈ یا دسویں کے سرٹیفکیٹ نہیں ہیں جس سے وہ ثابت کر سکیں کہ وہ متعلقہ انتخابی حلقہ کے شہری اور باشندہ ہیں۔ اگر نام آخری لسٹ میں نہیں آیا تو کیا ہوگا؟ یہ سوال نہ صرف ٹیکسی ڈرائیور دولت رام، بلکہ آبادی کے بڑے حصہ کو خوفزدہ کر رہا ہے۔ بکسر واقع آر جے ڈی دفتر میں ایک راجپوت کسان کہتا ہے میں یہاں پیدا ہوا اور ہر انتخاب میں ووٹ ڈالتا رہا، اب وہ مجھے شہریت ثابت کرنے کو کہہ رہے ہیں۔

طرح طرح کے فارم چلن میں ہیں۔ کچھ انگریزی میں، تو کچھ ہندی میں۔ انھیں بی ایل او، میونسپل کارپوریشن کے ملازم اور یہاں تک کہ صفائی ملازم بھی تقسیم کر رہے ہیں۔ تقریبا ایک جیسے فارم، لیکن اکثر ایک یا دوسرے میں کچھ نہ کچھ جانکاری غائب ہونے کی وجہ سے گمراہی بڑھ گئی ہے۔

☆☆☆

اتر پردیش پولیس یا شرپسندوں کا گروہ!

نواب علی اختر

وطن عزیز ہندوستان میں بالخصوص ملک میں زیادہ آبادی والے صوبہ اتر پردیش میں فرقہ پرستی جس انتہا کو پہنچ چکی ہے اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ مستقبل کا ہندوستان کیسا ہوگا۔ جس ملک میں تعلیم اور صحت کی بگڑتی صورت حال، بے روزگاری اور مہنگائی میں اضافہ، انسانی خون کی ارزانی کے بجائے مویشیوں اور مذہبی مقامات کی بات ہو، اس ملک کا اللہ ہی حافظ ہے۔ ایسی صورت میں محبان وطن کو اختلافات کو بالائے طاق رکھ کر اتحاد کا دامن مضبوطی سے تھامنا ہوگا کیونکہ انتشار مخالفین کے حوصلوں کو طاقت دیتا ہے اور عام مسلمانوں کو بدگمان کر دیتا ہے۔ لہٰذا تیوہاروں کے اس موسم میں مفسدین اور منافقین سے ہوشیار کر دانشمندی کا مظاہرہ کرنا ہوگا اور اسی میں ملک وملت کی عافیت ہے۔

رواں محرم الحرام کے سلسلے میں اتر پردیش انتظامیہ کے فرمان پر محبان وطن نے جس دانشمندی کا مظاہرہ کیا ہے اس کی چہار سو ستائش کی جا رہی ہے کیونکہ حال ہی میں جاری یوگی انتظامیہ کی ایڈوائزری کی آڑ میں سرکاری افسران کے ساتھ ساتھ شرپسندوں نے بھی ریاست میں مجالس کے مقامات پر چسپاں رہبر معظم آیت اللہ خامنہ ای اور آیت اللہ سیستانی کے پوسٹر پھاڑنے اور ہٹانے کی کوشش کر کے فساد کو دعوت دی مگر مسلمانوں کے دانشمندانہ اقدامات نے تمام سازشی چالوں کو ناکام بنا کر ریاست کا امن وامان بچائے رکھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ شہید اعظم حضرت امام حسین اور آپ کے جانثاروں کی یاد میں منائے جانے والے محرم میں کچھ مقامات کے علاوہ کہیں سے ناخوشگوار واقعہ کی اطلاع نہیں ہے۔

محرم کے دوران اتر پردیش میں جہاں کہیں بھی کچھ تنازع ہوا ہے اس میں پولیس کا متعصّبانہ چہرہ سامنے آیا ہے جس میں محافظ کا کردار ادا کرنے والی پولیس کے اہلکار اپنے اعلی افسران کی خوشنودی حاصل کرنے اور فرقہ پرستوں کو خوش کرنے کے لئے اپنے فرائض منصبی سے روگردانی کرتے نظر آئے اور وہ عمل انجام دیا جس سے عقیدتمندوں کے جذبات مجروح ہوئے ۔ اس سلسلے میں اتر پردیش کے حساس شہر بہرائچ کے نانپارا کا واقعہ سرخیوں میں رہا جہاں روز عاشورہ (10 محرم) کے جلوس کے دوران اس وقت کشیدگی پھیل گئی جب ایک پولیس اہلکار نے مبینہ طور پر ڈنڈا مار کر دنیا بھر کے شیعوں کے مذہبی رہنما آیت اللہ خامنہ ای کا پوسٹر پھاڑ دیا۔ اس سے جلوس میں شامل نوجوانوں میں غصہ بھڑک گیا۔

جلوس میں شامل عقیدتمندوں کا کہنا ہے کہ راجہ بازار چوکی انچارج رام گووند نے مذہبی رہنما کے پوسٹر کو ڈنڈا مارا، انہیں دہشت گرد کہا۔ اسکے خلاف عقیدتمندوں نے جلوس کو روک کر ملزم انسپکٹر کیخلاف کارروائی کی مانگ کرتے ہوئے موقع پر ہی دھرنے پر بیٹھ گئے۔ جلوس میں شامل ایک مقامی نوجوان نے کہا کہ پولیس افسر آیا اور آیت اللہ خامنہ ای کا پوسٹر پھاڑ دیا، اس نے ہم سے عزت سے بات تک نہیں کی۔ اس کے بجائے ہمیں دہشت گرد کہا گیا۔ کیا آپ پرامن سوگواروں کیساتھ ایسا سلوک کرتے ہیں؟ جلوس میں شامل ایک اور نوجوان نے کہا کہ آیت اللہ خامنہ ای اور آیت اللہ سیستانی ہمارے مذہبی رہنما ہیں، ہم انکا احترام کرتے ہیں۔ اس کی وجہ سے ہمیں دہشت گرد کہنا بہت تکلیف دہ ہے۔

شہید کربلا امام حسین علیہ السلام کے ماننے والوں کا کردار امام کی شہادت کے بعد سے ہی بہت اہم رہا ہے۔ انہوں نے امام حسین کے پیغام کو زندہ رکھا اور ان کی قربانی کو یادگار بنایا۔ ان کے ماننے والوں نے ظلم کے خلاف جدوجہد کی اور آج تک حق وانصاف کے لئے آواز بلند کرتے رہے ہیں۔ محرم بھی اسی تحریک کی ایک کڑی ہے جس کے تحت امام حسین کے ماننے والے ظلم اور ناانصافی کے خلاف جدوجہد کرتے ہیں، ہمیشہ حق اور انصاف کی حمایت کرتے ہیں اور کسی بھی قسم کی ناانصافی کو قبول نہیں کرتے۔ امام حسین کے ماننے والے ان کی شہادت پر عزاداری کرتے ہیں اور ان کے غم میں شریک ہوتے ہیں۔

دنیا جانتی ہے کہ محرم ان شہیدان کربلا کی یاد میں منایا جاتا ہے جنھوں نے انسانوں کے درمیان اتحاد واخوت، سچائی، انسانی حقوق، ظالم کی مخالفت اور مظلوم کی حمایت کرتے ہوئے اپنی جانیں قربان کر دیں۔ ان شہدا کی یاد منانے کے لیے دنیا کے ہر کونے میں مجالس، ماتم اور جلوس کا اہتمام کیا جاتا ہے جس میں سوگوار عقیدتمند پرامن انداز میں پیغام کربلا کو عام کرتے ہیں۔ ایسے غمگین ماحول میں طبقہ خاص کی جانب سے کسی طرح کی اشتعال انگیزی یا تشدد کے بارے میں سوچا بھی نہیں جا سکتا ہے۔ بہرائچ اس کی تازہ مثال ہے جہاں پولیس افسر کے عمل سے عقیدتمندوں کے جذبات کو شدید چوٹ پہنچی مگر انہوں نے کسی طرح کے تشدد کے بجائے پرامن طریقے سے انتظامیہ کے سامنے اپنا احتجاج درج کرایا۔

یہ کوئی پہلی بار نہیں ہے جب اتر پردیش انتظامیہ کی جانب سے جاری کی گئی ایڈوائزری پر تنازع پیدا ہوا ہے اس سے قبل محرم میں بھی ایڈوائزری کے نام پر ایسا فرمان جاری کیا گیا تھا جس میں قابل اعتراض باتیں کہی گئی تھیں جس کے خلاف سخت ناراضگی ظاہر کئے جانے کے بعد انتظامیہ کو اپنے فرمان میں اصلاح کرنا پڑی تھی۔ اسی طرح اس بار پھر یوپی انتظامیہ کی محرم ایڈوائزری پر تنازع ہوا جس میں کسی باہری لیڈر کے پوسٹر چسپاں کرنے پر پابندی لگا دی گئی تھی۔ اس کے بعد شرپسندوں کے حوصلے اتنے بلند ہو گئے کہ خود کو انتظامی اہلکار بتا کر لکھنو کے مشہور رومی گیٹ پر لگے آیت اللہ خامنہ ای کا پوسٹر اتروانے پہنچ گئے۔ جب مقامی لوگوں نے ان کی ویڈیو بنانی شروع کی تو وہ منہ چھپا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔

کچھ اسی طرح ریاست کی پولیس نے بھی اپنا کردار پیش کیا۔ خبروں کے مطابق کئی علاقوں میں مذہبی مقامات کے اطراف لگے آیت اللہ خامنہ ای کے پوسٹر کو پولیس نے یہ کہتے ہوئے اتروا دیا کہ کسی باہری لیڈر کا پوسٹر لگانا ممنوع ہے۔ جب یہ اطلاع ذمہ داران قوم کے علم میں آئی تو وہ انتظامیہ کے اعلی افسران کو قائل کرنے میں کامیاب ہوئے کہ آیت اللہ خامنہ ای مذہبی رہنما ہیں، ہم ان کا احترام کرتے ہیں۔ اس کے بعد کہیں سے بھی پوسٹر اتروانے کی خبر نہیں آئی۔ یوپی انتظامیہ کے اس قابل اعتراض فرمان کا فائدہ اٹھا کر کچھ شرپسندوں نے بھی ریاست کے فرقہ وارانہ ماحول کو ناپید کرنے کی کوشش کی حالانکہ عوام نے دانشمندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے امن مخالف کسی بھی سازش کو کامیاب نہیں ہونے دیا۔

یوگی حکومت کے اہلکاروں کو چاہئے کہ وہ محرم اور نواسہ رسول کی قربانی کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوگا کہ محرم منانے والے انسانیت کی خدمت کو اپنا فرض سمجھتے ہیں اور ہر ممکن طریقے سے دوسروں کی مدد کرتے ہیں۔ امام حسین نے کربلا کے میدان میں جو صبر اور استقامت دکھائی اس کی مثال نہیں ملتی اور ان کے ماننے والے بھی مصیبتوں میں صبر اور استقامت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ امام حسین نے اپنے اہل خانہ اور ساتھیوں سمیت اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا اور ان کے ماننے والے بھی ہر قربانی دینے کے لیے تیار رہتے ہیں۔ مختصرا یہ کہ امام حسین کے ماننے والوں کا کردار ایک مثالی کردار ہے جو حق وانصاف، صبر واستقامت، قربانی اور انسانیت کی خدمت پر مبنی ہے۔

کیا مغرب کی خاموشی نے نیتن یاہو کو غزہ میں کھلی چھوٹ دے رکھی ہے؟

اشوک سوین

غزہ اور اسرائیل کے درمیان جاری جنگ کو 650 دن سے زیادہ ہو چکے ہیں۔ تباہی کی شدت اس قدر ہے کہ الفاظ میں بیان کرنا مشکل ہے۔ 60 ہزار سے زائد افراد اپنی جانیں گنوا چکے ہیں۔ 20 لاکھ سے زائد افراد قحط اور بیماریوں میں گھرے ہوئے ہیں، جسے اقوام متحدہ انسانی ہاتھوں سے پیدا کردہ بحران قرار دیتا ہے۔ غزہ شہر مکمل طور پر کھنڈر میں تبدیل ہو چکا ہے۔

یہاں تک کہ وائٹ ہاس بھی اب اسرائیلی مہم کو ظالمانہ قرار دے رہا ہے۔ 21 جولائی کو برطانیہ، فرانس اور جرمنی کو چھوڑ کر مغربی یورپ کے بیشتر ممالک، کینیڈا اور جاپان سمیت 25 ملکوں نے مشترکہ بیان جاری کیا کہ غزہ میں جنگ فوری طور پر رکنی چاہیے۔ انہوں نے اسرائیلی ناکہ بندی اور پانی خوراک حاصل کرنے کی کوشش کرنے والے شہریوں کی ہلاکتوں کی مذمت کی اور نیتن یاہو حکومت کے رویے کو غیر انسانی اور ناقابل قبول قرار دیا۔

پھر بھی جنگ جاری ہے۔ اسرائیل کے شدت پسند دائیں بازو کے وزیر خزانہ بیزیل سموٹریچ غزہ کو اسرائیل کا اٹوٹ انگ قرار دے رہے ہیں اور شمالی غزہ کے مکمل الحاق کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ یہ سب کچھ کیوں ہو رہا ہے؟ اس کا جواب نہ تو عسکری حکمت عملی میں ہے، نہ قومی سلامتی کے اصولوں میں، بلکہ ایک شخص - بنجامن نیتن یاہو کی ذاتی سیاسی بقا سے جڑا ہے۔

اسرائیل کی عالمی سطح پر بڑھتی تنہائی اور مغربی راجدھانیوں میں عوامی غصے کے باوجود نیتن یاہو جنگ کو بھرپور طریقے سے جاری رکھے ہوئے ہیں۔ حماس تقریباً ختم ہو چکی ہے مگر اسرائیلی یرغمالی ابھی بھی رہا نہیں ہوئے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ جنگ نیتن یاہو کی سیاسی زندگی کی آخری امید بن چکی ہے۔ ان پر مجرمانہ مقدمات چل رہے ہیں، عوامی حمایت میں کمی آ چکی ہے اور ان کی کابینہ اور فوج کے اندر بھی مخالفت بڑھتی جا رہی ہے۔ نیتن یاہو جنگ کو اپنے لیے ایک سیاسی ڈھال کے طور پر استعمال کر رہے ہیں۔ ان کا اندازہ بھی درست نکلا ہے کہ مغرب خواہ جتنی مذمت کرے، وہ اس جنگ کے لیے درکار حمایت بند نہیں کرے گا۔

طویل عرصے سے مغربی ممالک اسرائیل کی پالیسیوں پر تنقید کرنے سے گریز کرتے رہے ہیں۔ اس کی وجوہات میں ہولوکاسٹ کا جرم، جغرافیائی مفادات، یا اسرائیل نواز طاقتور لابیاں شامل ہیں۔ امریکہ، برطانیہ، جرمنی اور فرانس جیسے ممالک نے یا تو اسرائیل کی کھل کر حمایت کی یا پھر خاموشی اختیار کی۔ مگر غزہ میں جس سطح پر تباہی پھیلائی جا رہی ہے، جہاں بچوں، صحافیوں اور امدادی کارکنوں کو قتل کیا جا رہا ہے، امدادی مراکز پر حملے ہو رہے ہیں اور نسل کشی کا ارتکاب ہو رہا ہے، اس سے ان خاموش حکومتوں کی شراکت پر سوالات اٹھنے لگے ہیں۔

مہینوں تک اسلحہ فراہم کرنے اور جنگ بندی کی قراردادوں کو روکنے کے بعد اب امریکہ بھی اسرائیل کے اقدامات کو ناقابل معافی قرار دینے لگا ہے۔ اسرائیل کا طویل عرصے تک حامی رہا جرمنی بھی اب یہ کہنے لگا ہے کہ اس کی حمایت بغیر شرط کے نہیں ہے۔ اندرون ملک عوامی دباؤ کے باعث برطانیہ اور فرانس نے اسرائیل سے جنگ روکنے اور انسانی امداد کی اجازت دینے کی اپیل کی ہے۔ حتیٰ کہ ڈونلڈ ٹرمپ جیسے صدر بھی اب اپنی ناپسندیدگی ظاہر کر رہے ہیں۔

مگر ان تمام مذمتی بیانات کا نیتن یاہو پر کوئی اثر نہیں ہو رہا۔ کیوں؟ کیونکہ یہ صرف الفاظ ہیں، عملی اقدامات ان کے پیچھے نہیں ہیں۔ اسرائیل کی جنگی مشین بڑی حد تک مغربی امداد پر انحصار کرتی ہے۔ امریکی ہتھیار، یورپی تجارت اور اقوام متحدہ میں سفارتی تحفظ اسرائیل کی کارروائیوں کے لیے بہت ضروری ہیں۔ تنقید کے باوجود یہ حمایت جاری ہے۔ مغربی ممالک سے اسرائیل کو ہتھیار ملتے رہتے ہیں، جن سے غزہ میں تباہی مچائی جا رہی ہے۔ نہ تو یورپی ممالک نے اسرائیل کے ساتھ تجارت روکی ہے اور نہ کوئی بامعنی پابندیاں لگائی ہیں۔

بیانات اور اقدامات کے درمیان یہی فرق نیتن یاہو کو کھلی چھوٹ دیتا ہے۔ وہ مغرب پر انحصار کرتے ہوئے بھی اس کی باتوں کو نظرانداز کرتے ہیں۔ یہ کوئی نئی حکمت عملی نہیں ہے؛ نیتن یاہو طویل عرصے سے مغربی ملکوں کے درمیان اختلافات کا فائدہ اٹھاتے رہے ہیں اور یہ تاثر دیتے ہیں کہ وہ ان ممالک کے خطے میں مفادات کے تحفظ کے لیے ناگزیر ہیں۔ ایران کا خطرہ، علاقائی عدم استحکام اور اسرائیل کی داخلی کمزوری مغربی رہنماؤں کو چپ رہنے پر مجبور رکھتی ہے۔

نیتن یاہو بخوبی سمجھتے ہیں کہ جب تک وہ اسرائیل کو ایک خطرے میں گھرا جمہوری ملک ظاہر کرتے رہیں گے، مغرب سے امداد ملتی رہے گی، چاہے نیم دلانہ ہی کیوں نہ ہو۔

جنگ کے جاری رہنے کی ایک اور وجہ نیتن یاہو کی ذاتی سیاسی مجبوری ہے۔ اسرائیل کے اندر وہ انتہائی غیر مقبول ہو چکے ہیں۔ معاشرہ منقسم ہے، وسیع پیمانے پر مظاہرے ہو رہے ہیں اور لوگ فوری انتخابات چاہتے ہیں۔ فوج میں بھی ان کی یرغمالی پالیسی پر تنقید بڑھ رہی ہے۔ یرغمالیوں کے رشتہ دار ان پر الزام لگا رہے ہیں کہ انہوں نے اپنے سیاسی فائدے کے لیے عام لوگوں کی جان خطرے میں ڈال دی ہے۔ ان کا انتہائی دائیں بازو اور مذہبی جماعتوں والا کمزور اتحاد بھی بکھر رہا ہے۔ بدعنوانی کے مقدمات الگ چل رہے ہیں اور اگر وہ اقتدار سے گئے تو جیل جانا پڑ سکتا ہے۔

لہٰذا نیتن یاہو کے لیے جنگ محض ایک فوجی آپریشن نہیں بلکہ ان کے وجود کی بقا کی سیاسی حکمت عملی ہے۔ جب تک جنگ جاری ہے، وہ انتخابات کو مؤخر کر سکتے ہیں، قانونی معاملات سے عوام کی توجہ ہٹا سکتے ہیں اور قومی سلامتی کے نام پر مخالفت کو کچل سکتے ہیں۔ وہ جنگ بندی سے انکار کر کے، فلسطین کو ریاست تسلیم نہ کر کے اور بستیوں کی توسیع سے اپنے دائیں بازو کے حامیوں کو خوش رکھ سکتے ہیں۔ وہ مخالفین کو کبھی ملک دشمن، کبھی کمزور قرار دے کر خود کو اسرائیل کا واحد محافظ پیش کر سکتے ہیں۔

نیتن یاہو کی جنگ مغرب کے تعاون کے بغیر ممکن نہیں۔ وہ ان ممالک سے اس لیے بھی نہیں ڈرتے کیونکہ یہی ممالک انہیں ہتھیار فراہم کرتے ہیں اور اقوام متحدہ میں ان کی پشت پناہی کرتے ہیں۔ یورپ اسرائیل کا اہم تجارتی ساتھی ہے۔ مغربی ممالک اگر سنجیدہ ہوں تو وہ متحد ہو کر اسرائیل پر جنگ روکنے اور غزہ میں انسانی امداد فراہم کرنے کے لیے دباؤ ڈال سکتے ہیں اور ایک سیاسی امن منصوبہ تیار کر سکتے ہیں۔

مگر افسوس کہ انہوں نے اپنا اثر استعمال نہیں کیا۔ اس کے بجائے انہوں نے صرف انتباہات دیے، تشویش ظاہر کی، مگر کوئی عملی شرط عائد نہیں کی۔ انہوں نے اقوام متحدہ میں اسرائیل کے خلاف لائی گئی قراردادوں کو ویٹو کیا اور اسلحہ فراہم کرنا جاری رکھا۔ پالیسی اور عمل کے اس تضاد نے نیتن یاہو کو بے لگام کر دیا ہے۔

محض اپیلیں نیتن یاہو کو نہیں روک سکتیں۔ اگر مغرب واقعی یہ جنگ بند کروانا چاہتا ہے تو اسے وہ زبان اختیار کرنی ہوگی جو نیتن یاہو سمجھتے ہیں - مشروط امداد، اسلحہ پر پابندیاں، سفارتی تنہائی اور ایسے نتائج جن کا حقیقی اثر ہو۔ نیتن یاہو نے مغرب کی ہچکچاہٹ کا بھرپور فائدہ اٹھایا ہے۔

طیارہ حادثے کے بعد حکومتی تحقیق اور رویے پر سوالیہ نشان

آدتیہ آنند

ایئر انڈیا کی پرواز اے آئی 171- کے حادثے پر ایئر کرافٹ ایکسیڈنٹ انویسٹیگیشن بیورو (اے اے آئی بی) نے 12 جولائی کی شب اپنی ابتدائی رپورٹ جاری کی لیکن اس عمل میں نہ تو کوئی میڈیا بریفنگ ہوئی، نہ پریس کانفرنس۔ رپورٹ محض ایک سرکاری ویب سائٹ پر خاموشی سے اپلوڈ کر دی گئی۔ ایسا تاثر ملا جیسے رپورٹ جاری کرنا ہی کافی ہو اور عوام کی سلامتی یا خدشات کو دور کرنا ادارے کی ذمہ داری نہیں۔

یہ رپورٹ اس حادثے کے ایک ماہ بعد آئی، جس میں احمد آباد سے لندن جانے والی پرواز محض 32 سیکنڈ بعد گر کر تباہ ہو گئی اور 260 افراد کی جان چلی گئی۔ رپورٹ میں جہاں کچھ نکات واضح کیے گئے، وہیں کئی اہم پہلوؤں پر خاموشی اختیار کی گئی، جس سے حادثے کے حقائق مزید الجھ گئے ہیں۔

انڈین ایکسپریس کی رپورٹ کے مطابق، حادثے سے چند گھنٹے پہلے، اسی طیارے کو دہلی سے احمد آباد لانیوالے پائلٹ نے اسٹیبلائزر پوزیشن ٹرانسڈیوسر میں خرابی کی نشاندہی کی تھی۔ یہ ایک حساس سینسر ہوتا ہے جو طیارے کے توازن اور پرواز کی نگرانی میں کلیدی کردار ادا کرتا ہے۔ تکنیکی عملے نے خرابی دور کرنے کی اطلاع تو دی لیکن ماہرین کا کہنا ہے کہ یہ خرابی پرواز کے کنٹرول میں خلل ڈال سکتی ہے، حتی کہ انجن کو بند کرنے جیسے خودکار احکامات بھی جاری کر سکتی ہے۔

اسی لاگ میں ایک اور برقی خرابی اور ایندھن کی غلط وارننگ کا بھی ذکر ہے، جو کسی پیٹرن کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ اے اے آئی بی کی رپورٹ میں ان وجوہات کا کوئی ذکر نہیں کیا گیا، حالانکہ یہ سب حادثے سے جڑی اہم کڑیاں ہیں۔

ابتدائی رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ پرواز نے 13:38:42 آئی ایس ٹی پر 180 ناٹ کی رفتار حاصل کی۔ اس کے فوری بعد دونوں ایندھن کنٹرول سوئچز اچانک رن سے کٹ آف ہو گئے، جس کے نتیجے میں دونوں انجنوں کی طاقت ختم ہو گئی۔ کریو نے فوری طور پر اے پی یو اور آر اے ٹی ایکٹیویٹ کر کے انجنوں کو دوبارہ چلانے کی کوشش کی، جن میں سے ایک انجن جزوی طور پر بحال بھی ہوا لیکن بہت دیر ہو چکی تھی۔ محض 32 سیکنڈ بعد، طیارہ رن وے سے 1.5 کلومیٹر دور زمین سے ٹکرا گیا۔

سب سے زیادہ توجہ کھینچنے والی بات وہ گفتگو ہے جو کاک پٹ وائس ریکارڈر میں محفوظ ہوئی۔ ایک پائلٹ نے کہا، تم نے کٹ آف کیوں کیا؟ دوسرے نے جواب دیا، میں نے نہیں کیا۔ نہ تو آواز کی شناخت ممکن ہو سکی، نہ یہ واضح ہو سکا کہ بات کر کون رہا تھا، کپتان یا شریک پائلٹ۔ کچھ تجزیہ کاروں نے یہاں تک کہہ دیا کہ کہیں یہ خودکشی کا معاملہ تو نہیں لیکن رپورٹ میں درج واقعات سے یہ مفروضہ بھی کمزور دکھائی دیتا ہے، کیونکہ پائلٹوں نے انجنوں کو دوبارہ چلانے کی حتی المقدور کوشش کی۔ اگر خودکشی مقصود ہوتی، تو یہ کوشش کیوں کی جاتی؟

ایوی ایشن ایکسپرٹ کیپٹن اِمت سنگھ کہتے ہیں کہ ایف اے ڈی ای سی) فل اتھارٹی ڈیجیٹل انجن کنٹرول (صرف برقی احکامات کو ریکارڈ کرتا ہے، یہ نیت یا حرکت کی تصدیق نہیں کرتا۔ یعنی یہ بتا تو سکتا ہے کہ سوئچ کی حالت بدل گئی، مگر یہ نہیں کہ کیسے یا کیوں۔

ایئر انڈیا کے ذرائع نے تصدیق کی ہے کہ تھراٹل کنٹرول ماڈیول)ٹی سی ایم (کو پہلے 2019 اور پھر 2023 میں بدلا گیا تھا۔ ان تبدیلیوں کا تعلق کسی خرابی سے نہیں بتایا گیا، مگر وقت کے تناظر میں ان کی اہمیت بڑھ جاتی ہے۔ 2018 میں ایف اے اے نے اس ماڈیول میں کمزوریاں تسلیم کی تھیں لیکن یہ بلیٹن لازمی نہیں تھا، اس پر عمل بھی نہیں کیا گیا۔

اس حادثے کی رپورٹ میں ایک اور تشویشناک خاموشی یہ ہے کہ ایف اے اے کے سروس بلیٹن پر عمل نہ کرنے پر بھی کوئی سخت تبصرہ نہیں کیا گیا، جبکہ ماہرین کا کہنا ہے کہ ایسی احتیاطی ہدایات کو نظر انداز کرنا خطرناک رجحان ہے۔ اگرچہ بوئنگ، جی ای اور ایئر انڈیا کو ابتدائی رپورٹ میں کلیئر کر دیا گیا لیکن کئی ماہرین کا خیال ہے کہ یہ فیصلہ قبل از وقت اور مشتبہ ہے۔

پائلٹس کی عالمی تنظیم آئی ایف اے ایل پی اے نے بھی تنبیہ کی ہے کہ تحقیقات کو وقت سے پہلے نتائج سے دور رکھا جائے۔ ریاستی سطح پر بھی تنقید سامنے آئی ہے۔ راجیہ سبھا رکن پرینکا چترویدی نے برہمی ظاہر کی کہ انڈین میڈیا سے پہلے بین الاقوامی میڈیا کو رپورٹ کی معلومات کیسے ملی؟ سابق فوجی سربراہ ایڈمرل ارون پرکاش نے اسے پیچیدہ مگر سطحی رپورٹ قرار دیا۔

شکتی لمبا جیسے ماہرین نے یہ بھی کہا ہے کہ ابتدائی رپورٹ میں نہ صرف کئی اہم تکنیکی پہلو نظر انداز کیے گئے، بلکہ ایئر لائن اور مینوفیکچررز کے تئیں نرمی نے اعتماد کو ٹھیس پہنچائی ہے۔ وہ مطالبہ کرتے ہیں کہ ماضی کی طرح اس سانحے میں بھی عدالتی انکوائری ہونی چاہیے۔

دوسری طرف، ہندوستان میں ہر مہینے کسی نہ کسی فلائٹ میں تکنیکی خرابی کی خبریں عام ہوتی جا رہی ہیں۔ ٹائمز آف انڈیا کے آر ٹی آئی کے مطابق، 2020 سے اب تک 65 انجن فیلیئر ہو چکے ہیں۔ رواں سال جنوری سے مئی کے درمیان 11 فلائٹس نے مے ڈے کال یعنی ایمرجنسی لینڈنگ کی درخواست کی۔

☆☆☆

یوگی کی کانوڑ بھگتی نفرت کا پیش خیمہ !

نواب علی اختر

ہندوستان ایک کثیر الثقافتی اور متنوع ملک ہے جہاں مختلف مذاہب کے ماننے والے اور مختلف زبانیں بولنے والے رہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس ملک میں کوئی مہینہ کسی تہوار سے خالی نہیں ہوتا ہے۔ یہاں کے لوگ دیوالی، شب برات، ہولی، محرم، عید، بقرعید، کرسمس جیسے بے شمار تہوار مناتے ہیں اور اپنے دوست اور شناساوں کو مدعو کر کے وطن عزیز میں بھائی چارے کو فروغ دیتے ہیں۔ یہ تنوع ہندوستان کی خاص پہچان ہے جو دنیا کے کسی ملک میں نہیں پایا جاتا ہے۔ لیکن اس تنوع کے ساتھ فرقہ وارانہ حالات بھی اکثر سر اٹھاتے رہے ہیں۔ مذہبی خیالات اور نظریات سے اختلاف، غلط فہمیاں ہی فرقہ وارانہ کشیدگی، تناو اور تصادم کا سبب بنتی ہیں جو بدامنی اور تشدد، ٹکراو اور نفرت کو اپنے پیچھے چھوڑ جاتی ہیں۔

ہندوستان میں کثیر الثقافتی سماجی نظام کو اصلاحات، ایڈجسٹمنٹ، باہمی احترام اور ایک ماورائی زندگی کے تصور کے ذریعے مضبوط کیا گیا ہے جو مذہبی اور ثقافتی دقیانوسی تصورات سے بالاتر ہے۔ یہ ہم آہنگی روایات ہمارے بزرگوں اور روشن خیال افراد کی جدوجہد سے ممکن ہوئی ہے اور اب یہ لوگوں کی سماجی مذہبی زندگی کا لازمی حصہ بن گئی ہیں۔ ان روایات نے اتحاد، پرامن بقائے باہمی کو فروغ دینے میں اہم کردار ادا کیا ہے مگر کچھ متعصب لوگ اکثر اس ہم آہنگی کو چیلنج کرتے رہتے ہیں۔ اس سلسلے میں اتر پردیش کے وزیر اعلی یوگی آدتیہ ناتھ سبقت لیتے نظر آرہے ہیں جن کے حالیہ ایک بیان نے اقلیت اور اکثریت کے درمیان ایک بار پھر دوریاں بڑھانے اور نفرت پیدا کرنے کا کام کیا ہے۔

یوگی آدتیہ ناتھ نے ساون کے آٹھویں دن برملا اپنی متعصّبانہ ذہنیت کا اظہار کرتے ہوئے نہ صرف محرم کے تعزیوں کا کانوڑ یاترا سے موازنہ کر دیا بلکہ اسی میں لاتوں کے بھوت کا ذکر بھی کیا۔ یوگی کے اس بیان کے بعد سوشل میڈیا پر ویڈیوز کا سیلاب آگیا ہے جس میں کانوڑیوں کو تشدد کرتے دکھایا گیا ہے اور یوگی سے سوال کیا جارہا ہے کہ یہ لوگ عام لوگوں کے ساتھ مار پیٹ اور املاک کو نقصان پہنچا کر کس اتحاد کا جشن منا رہے ہیں۔ واضح رہے کہ ساون کے مہینے میں کانوڑ یاترا جاری ہے، اس دوران ہزاروں عقیدت مند گنگا کا پانی لیتے ہیں اور اسے اپنے آس پاس کے شیو مندروں میں چڑھاتے ہیں۔ یاترا میں شامل لوگوں کی طرف سے مسلسل ہنگامہ آرائی کی خبریں آرہی ہیں جن کی ویڈیو اور تصاویر وائرل بھی ہورہی ہیں۔

سوشل میڈیا پر ایک اور ویڈیو تیزی سے وائرل ہو رہا ہے جس میں کانوڑ یاتریوں کے گروپ کے ذریعہ مرزا پور ریلوے اسٹیشن پر سی آر پی ایف کے ایک جوان کو بری طرح تشدد کا نشانہ بنایا گیا اور زمین پر گرا کر اس کو لاتوں سے پیٹا جارہا ہے۔ ٹکٹ تنازع پر ہوئی اس مار پیٹ کا دلچسپ پہلو یہ ہے کہ جوان پر حملہ کرنے والے کانوڑ یاتریوں کو گرفتار کر کے 30 منٹ میں ضمانت دے دی گئی۔ ایسی صورت میں سوال کیا جارہا ہے کہ کیا یوگی انتظامیہ مسلمان یا دلت برادری سے تعلق رکھنے والے کسی شخص کے ساتھ بھی ایسی ہی فراخدلی کا مظاہرہ کرے گی؟ یا ان پر بلڈوزر، یو اے پی اے اور نہ جانے کیا کیا لگائیں گے؟ یا یوں کہیں کہ ہریدوار۔ دہلی روٹ پر اپنی جان کی خود حفاظت کریں کا بورڈ لگا دیا جانا چاہئے کیونکہ کانوڑ یاترا چل رہی ہے۔

اس سے قطع نظر، معاشرے میں سرکاری طور پر تفرقہ پیدا کیا جارہا ہے۔ سرکاری طور پر کانوڑیوں کی سیوا کی جارہی ہے، کانوڑیوں کی خدمت کرنے والے یوپی پولیس افسران کے ویڈیو سوشل میڈیا پر وائرل ہورہے ہیں۔ اس کے لیے یوگی نے خاص ہدایات دے رکھی ہیں۔ وہ مختلف میٹنگز میں کہہ چکے ہیں کہ کانوڑ لے جانے والوں کو کسی قسم کی تکلیف کا سامنا نہیں کرنا چاہیے۔ انہیں ہر جگہ خوش آمدید کہا جانا چاہیے۔ یوپی ایس ٹی ایف سے لے کر یوپی اے ٹی ایس تک کے کمانڈوز کو ان کی حفاظت کے لیے تعینات کیا گیا ہے۔ امن وامان کیلئے یوگی حکومت کے اس قدم کا خیر مقدم کرتے ہیں مگر کانوڑیوں کو خوش کرنے کے لیے مسلمانوں کے جذبات کو ٹھیس پہنچانا وزیر اعلی کو زیب نہیں دیتا۔

تشدد، فساد، مار پیٹ رکنے کا نام نہیں لے رہے ہیں مگر اتر پردیش کے وزیر اعلی کہہ رہے ہیں کہ کانوڑ یاتریوں کو فسادی بتا کر انہیں بدنام کیا جارہا ہے، یہ سازش ہے، آستھا کا اپمان ہے۔ اب یوگی کو کون بتائے کہ یہ آستھا کے خلاف سازش ہے یا کانوڑ عقیدت مندوں کے بھیس میں کچھ شرپسند قانون کو سرعام چیلنج کر رہے ہیں۔ اس کا ثبوت مرزا پور کے بعد ہریدوار میں سامنے آیا ہے جہاں معمولی ٹکر لگنے سے کانوڑیے اتنے مشتعل ہوئے کہ جم کر ہنگامہ کیا اور لاٹھی

ڈنڈوں سے گاڑی کو ہی تباہ کر دیا۔ ایسی صورت میں کیا یہ کہا جائے کہ بھگوا قانون سے اوپر ہے؟ اور جب بھگوا دھاری قانون سے اوپر ہو جائے تو سمجھ لیجیے کہ حکومت نہیں، غنڈہ راج چل رہا ہے اور اس میں اپنی جان بچانا آپ کی خود کی ذمہ داری ہے۔

بھکتی کا مطلب یہ نہیں کہ آپ کسی کے ہوٹل یا دکان کے کیو آر چیک کریں بلکہ اس کے لیے آپ کے دل میں صرف بھکتی کا جذبہ ہونا چاہئے اور یہ سڑک سے گزرتے ہوئے کئی مسلمانوں نے دکھایا ہے جب وہ اپنی منزل کے راستے میں ملے کئی کانوڑ یاتریوں کو اپنی گاڑی میں بٹھا کر مسافت طے کرائی ہے۔ مسلمانوں کی جانب سے جگہ جگہ کانوڑیوں کو کھانے پینے کی اشیا پیش کی جاتی ہیں، ان پر پھول برسا کر ہندوستان کے سیکولرزم اور منفرد ثقافت کو مستحکم رکھا جاتا ہے مگر ملک کی سب سے بڑی آبادی والی ریاست کے وزیر اعلی ہوتے ہوئے یوگی آدتیہ ناتھ کو شاید یہ سیکولرزم اور تاریخی ثقافت راس نہیں آرہے ہیں۔ تبھی وہ محرم سے کانوڑ یاترا کا موازنہ کر کے دو فرقوں کے درمیان نفرت پیدا کر رہے ہیں۔

اتر پردیش اور اتراکھنڈ کی پولیس کو معلوم ہونا چاہیے کہ وہ صرف مسلمانوں سے تعصب رکھنے والے بھکتوں کی پولیس نہیں ہے۔ مسلمان بھی اس ملک کے شہری ہیں اسلئے شہریوں کیلئے قانون کا دہرا پیمانہ سماج کیلئے خطرناک ہے۔ پولیس کی وردی شہریوں کی حفاظت کی علامت ہے، اس کو تعصب کے داغ سے محفوظ رکھنا چاہئے۔ آج ایسے افراد کی سخت ضرورت ہے جو ہندوستان کے کثیر الثقافتی معاشرہ میں وحدت کے گیت عام کریں تا کہ اتحاد کا درس قائم رہے اور دلوں کو الفت ومحبت کی زنجیر میں پرویا جاسکے۔

کیا غزہ میں جاری جرائم کی مذمت کافی ہے؟

تحریر: ڈاکٹر صابر ابو مریم
سیکرٹری جنرل فلسطین فاؤنڈیشن پاکستان

طول تاریخ کا مطالعہ کرنے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ ہمیشہ بڑے بڑے سانحات پر ایک طبقہ مذمت کرتا ہے اور اپنی ذمہ داری سے فراغت حاصل کر لیتا ہے۔ یعنی اس طبقہ نے یہ احساس پیدا کر لیا ہے کہ شاید کسی بھی انسانی المیہ یا کسی حادثہ پر مذمت کر دی جائے تو کافی ہے۔ یہاں تک کہ آج کل ماڈرن دنیا میں جہاں نیشن اسٹیٹ کا تصور پیش کیا گیا ہے، ان ریاستوں کے سربراہان بھی بڑے بڑے قومی اور بین الاقوامی سانحات پر صرف مذمت کرتے ہوئے نظر آتے ہیں جبکہ ایک نظریہ ہے کہ ان سربراہان مملکت کو عام آدمی سے الگ ہونا چاہیئے، یعنی ان کو مذمت کرنے کی جگہ عملی اقدامات انجام دینے چاہئیں، لیکن افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ موجودہ دنیا ایسی ہی دنیا بن چکی ہے، جہاں ریاستوں کے سربراہان مملکت ہوں یا افواج کے سربراہ اور سپہ سالار ہوں، سب کے سب سانحات اور انسانی المیوں پر مذمت سے کام چلاتے ہیں۔

آج کے اس مقالہ میں یہی سوال ہے کہ کیا غزہ میں جو کچھ ہو رہا ہے، اس معاملہ پر بھی مذمت کافی ہے۔؟ کیا دنیا کے حکمرانوں کی ذمہ داری یہاں تک ہے کہ وہ صرف اور صرف ایک جملہ مذمت کے لئے ادا کر دیں اور پھر یہ مذمت ان کو اپنی اصل ذمہ داری سے آزاد کر دے۔ پھر سوال یہ بھی اٹھتا ہے کہ کیا ان سربراہان مملکت کی جانب سے غزہ میں ہونے والی نسل کشی پر مذمت سے مسئلہ حل ہو گیا ہے یا ہو جائے گا۔؟ سات اکتوبر کے بعد سے غاصب صیہونی گینگ اسرائیل غزہ میں امریکہ اور مغربی حکومتوں کی مدد سے مسلسل معصوم اور نہتے فلسطینیوں کا قتل عام کر رہی ہیں۔ عالمی سطح پر اس قتل عام کو ایک منظّم نسل کشی قرار دیا جا رہا ہے۔ عالمی عدالت انصاف نے بھی اس کو نسل کشی قرار دیا ہے۔ دنیا بھر میں بالخصوص مغربی دنیا میں عوام غاصب صیہونیوں کے اس ظلم کے خلاف آواز بھی بلند کر رہے ہیں اور ایک مہذب انداز میں احتجاج کئے جا رہے ہیں، بڑے بڑے احتجاجی مظاہرے اور ریلیاں جاری ہیں، مسلمان ممالک کے عوام بھی احتجاج اور ریلیاں نکال رہے ہیں، ہر عنوان سے یہ کوشش کی جا رہی ہے کہ غاصب صیہونی گینگ اسرائیل کو غزہ میں نسل کشی کے اقدام سے باز رکھا جائے اور غزہ میں جارحیت کا خاتمہ یقینی بنایا جائے۔

دوسری طرف صورتحال یہ ہے کہ غاصب صیہونی حکومت اسرائیل یہ باجانتی ہے کہ امریکہ سمیت مغربی دنیا کی بیشتر حکومتیں غاصب صیہونی ریاست اسرائیل کے ساتھ ہیں اور انہوں نے نے غزہ میں ہونے والی نسل کشی کو جرم ہی قرار نہیں دیا اور نہ ہی نیتن یاہو جیسے جنگی مجرم کی مذمت کی ہے تو بس غاصب اسرائیلی گینگ یہ سمجھتی ہے کہ اس کا حق ہے، وہ جیسے چاہے، جب چاہے فلسطینیوں کو قتل کرتی رہے، ان کو بھوک اور پیاس کے ذریعے بھی قتل کرے اور گولہ بارود کے ساتھ بھی۔ یہ سب کچھ آج پوری دنیا اپنی اسکرین پر براہ راست مشاہدہ کر رہی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا صرف احتجاج اور ریلیوں اور دیگر طریقوں سے غاصب صیہونی حکومت پر دباؤ بنایا جا سکتا ہے۔؟ یا اب تک جو بڑے بڑے احتجاج دنیا میں ہو رہے ہیں، وہ کیوں غاصب صیہونی گینگ اسرائیل پر دباؤ قائم نہیں کر سکے۔

یقیناً اس کا جواب یہی ہے کہ جہاں مغربی حکومتیں اسرائیل کا کھل کر ساتھ دے رہی ہیں، وہاں مسلم دنیا کے عرب و غیر عرب حکمران بھی اسرائیل کو کسی نہ کسی طرح مدد فراہم کر رہے ہیں اور غاصب اسرائیل اس بات سے مکمل فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے جنگی جرائم کو جاری رکھے ہوئے ہے۔ اب جب یہ بات واضح ہو چکی ہے تو ایسے حالات میں ہمیں کیا کرنا چاہیئے۔؟ یقینی طور پر غزہ میں جارحیت کے خاتمہ کے لئے ہر ممکنہ اقدام اٹھانے کی کوشش جاری رکھنی چاہیئے اور مایوس نہیں ہونا چاہیئے۔ اس سوال کے تناظر میں کہ آیا مذمت کافی ہے، میں سمجھتا ہوں کہ کچھ مزید عملی اقدامات ہیں، جو ہمیں انجام دینے کے لئے اپنی اپنی حکومتوں کو دباؤ دینا پڑے گا کہ وہ ان اقدامات کی طرف آئیں، تا کہ غزہ میں باقاعدہ غاصب صیہونی گینگ اسرائیل کی جارحیت اور نسل کشی کے اقدامات کو فی الفور روکا جائے۔

دراصل ہمارے سامنے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ غاصب صیہونی گینگ اسرائیل نے ریلیوں اور مظاہروں کے دباؤ سے خود کو باہر کر لیا ہے، اب چاہے کتنا ہی احتجاج ہو، غاصب صیہونی گینگ اسرائیل مسلسل قتل عام جاری رکھے ہوئے ہے۔ کچھ عملی نظریات جو غزہ کی صورتحال پر اثر انداز ہو سکتے ہیں۔ موجودہ صورتحال میں عوامی سطح پر حکومتوں سے مطالبات کی حد کو بڑھانا چاہیئے اور مزید سنجیدہ اقدامات کا مطالبہ کرنا چاہیئے۔ یہاں کچھ مثالیں ہیں، جیسا کہ ایک مہم چلائی جانی چاہیئے، جس میں شمالی افریقی ممالک سے یہ مطالبہ کیا جائے کہ شمالی افریقی ممالک غاصب صیہونی حکومت اسرائیل کے لئے بحیرہ روم کے راستے کو بند کر دیں، جیسا کہ یمن نے بحیرہ احمر میں کیا ہے۔ ایک اور مہم بھی چلائی جا سکتی ہے کہ لیبیا، الجزائر، مصر، تیونس اور مراکش ایک ہی دن اردن، مصر اور شام میں مقبوضہ فلسطین کی سرحدوں کی طرف مارچ کریں اور غاصب صیہونی گینگ اسرائیل پر دباو بڑھائیں۔

اردن اور مصر میں بڑے پیمانے پر مارچ کئے جانے چاہئیں، تا کہ یہاں پر موجود امریکی ایجنٹ اور خود امریکہ اپنے آپ کو ان ممالک میں غیر محفوظ محسوس کرے اور ان ممالک سے امریکی بالادستی کا خاتمہ ہو۔ امریکہ جو کہ غزہ میں جاری نسل کشی کا برابر کا شریک جرم ہے، عوامی سطح پر مطالبات اٹھائے جانے چاہئیں کہ حکومتیں امریکہ کے ساتھ تعلقات منقطع کر دیں۔ اسی طرح دنیا بھر میں امریکی سفارتخانوں کے سامنے بھوک ہڑتالی کیمپ لگائے جائیں، تا کہ امریکی حکومت کی فلسطین اور انسان دشمن پالیسیوں کو آشکار کیا جا سکے۔ مصر میں بین الاقوامی شخصیات اور علما کی موجودگی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان علما اور بین الاقوامی شخصیات سے مطالبہ کیا جائے کہ وہ رفح کراسنگ پر دھرنا دیں۔

غاصب صیہونی گینگ اسرائیل کے ساتھ براہ راست تعلق رکھنے والے مسلمان عرب و غیر عرب ممالک کی حکومتوں سے اسرائیل کے ساتھ تعلقات منقطع کرنے کا مطالبہ شدت کے ساتھ کیا جائے۔ عوام کو چاہیئے کہ امریکہ اور غاصب صیہونیوں سے تعلق رکھنے والی کمپنیوں کے خلاف بائیکاٹ کی ایک وسیع مہم جاری رکھیں۔ اسی طرح مطالبات کی حد کو بڑھانے کے لیے اسلامی ممالک سے فوجی مداخلت کا مطالبہ کیا جانا چاہیئے۔ یہ وہ چند عملی اقدامات ہیں کہ جو انجام دیئے جانے چاہیئے اور یہ سب اقدامات عمل کے محتاج ہیں، نہ مذمت کے بیانات کے۔ غزہ میں آج جو کچھ ہو رہا ہے، اس کی مذمت کرنا کافی نہیں ہے بلکہ عملی اقدامات ہونے چاہئیں۔

جلوس طاسی سفرِ عشق نجف تا کربلا ہر سال کی طرح اس سال بھی پا پیادہ الاوہ سرطوق مبارک میدان غدیر دارالشفا سے برآمد ہوا۔ جو براہ مدینہ سرکل، کاروان، لنگرحوض سے ہوتا ہوا عاشور خانہ حضرت عباسؑ قلعہ گولکنڈہ (پلٹن) پہنچ کر اختتام پذیر ہوا۔

دبیر پورہ آرک۔ کمانِ اتحاد، سیکولر کمان

جہاں سبھی مذاہب کو ہے جگہ، گنگا جمنی تہذیب کی ہے عکاسی

(رپورٹ باقر علی) دبیر پورہ کا یہ تاریخی آہنی دروازہ آج صرف ایک داخلی راستہ نہیں بلکہ اتحاد، ہم آہنگی اور بھائی چارہ کی علامت بنتا جا رہا ہے۔ اسے عوام الناس " کمانِ اتحاد " کہہ کر پکارتے ہیں ایک سیکولر کمان جو نہ صرف مسلمانوں بلکہ ہندو، عیسائی، سکھ اور تمام مذاہب کے لوگوں کے لیے یکساں احترام کا پیغام دیتی ہے۔ یہ کمان جس کے سائے تلے جلوس بھی گزرتے ہیں اور تہوار بھی منائے جاتے ہیں حقیقی معنوں میں گنگا جمنی تہذیب کی جھلک پیش کرتی ہے وہ تہذیب جس نے حیدرآباد کو فرقہ وارانہ ہم آہنگی کی ایک مثال بنایا۔ یہ جگہ ہمیں یاد دلاتی ہے کہ اصل طاقت اتحاد میں ہے اور دبیر پورہ آرک اس اتحاد کی بے زبان مگر پر اثر گواہی ہے۔

بسلسلہ سلسلہ شہادت شہزادی سکینہؑ بنت امام حسین بارگاہ حضرت ابوالفضل عباسؑ بڑی بارگاہ دیوان دیوڑھی میں مجلس عزا منعقد ہوئی۔ بعد از مجلس سواری علم مبارک شہزادی سکینہؑ بشکل جلوس بر آمد ہوئے اور براہ بادشاہی عاشور خانہ، نعل مبارک پتھر گٹی، گلزار حوض، پنجہ شاہ ولایت، قدم رسولؐ، اعتبار چوک، منڈی میر عالم روڈ، پرانی حویلی سے ہوتے ہوئے واپس بارگاہ ابوالفضل عباسؑ دیوان دیوڑھی پہنچکر اختتام پذیر ہوئے۔ اس دوران مختلف انجمنوں اور مومنین نے علم مبارک کا استقبال کیا اور نوحہ و ماتم کے ذریعہ نذرانہ عقیدت پیش کئے۔ جناب میر الطاف علی عابدی کی جانب سے بڑی بارگاہ کے پاس سبیل لگا کر نیاز کا اہتمام کیا گیا۔

حیدر نگر ملکاجگیری میں ’کمانِ نو‘ کی تنصیب

مولا علی ملکاجگیری کے علاقے حیدر نگر میں عاشور خانہ شہزادی سکینہؑ بنتِ امام حسینؑ میں ایک نئی ’کمانِ نو‘ کی باوقار تنصیب عمل میں آئی۔ یہ قدم نوجوانانِ حیدر نگر کی جانب سے عزاداری کے احیا و فروغ کے جذبے کے تحت اٹھایا گیا۔ ’کمان‘ کا استعمال عاشور خانوں میں ایک روحانی علامت کے طور پر ہوتا ہے۔ اس کمان پر مراجع کرام سپریم لیڈر حضرت آیت اللہ سید علی خامنہ ای اور حضرت آیت اللہ سید علی سیستانی کی تصاویر بھی لگائے گئے ہیں۔ یہ قدم عزاداری کے جذبے کو نسلِ نو میں زندہ رکھنے کی ایک بہترین کاوش ہے اور اہلِ علاقہ نے اس خدمت پر نوجوانانِ حیدر نگر کی بھرپور ستائش کی۔

سالانہ مجلس عزا خمسہ بنا کردہ ڈاکٹر ایم ایم رضا دربارِ سکینہؑ دارالشفا میں چوتھی مجلس سے مولانا میر قائم عباس صاحب قبلہ خطاب کرتے ہوئے ۔تصویر میں محمد محمود علی سابق وزیر داخلہ ریاست تلنگانہ، مرزا ریاض الحسن آفندی، ایم ایل سی، سید جعفر حسین ایڈیٹر روزنامہ صدائے حسینی، میر عنایت علی باقری سابق چیئرمین سٹ ون، ڈاکٹر روشن عباس، ڈاکٹر ایم ایم رضا، افسر پاشاہ بی جے پی مینارٹی مورچہ اور دیگر شہر کی معزز شخصیت دیکھے جاسکتے ہیں۔

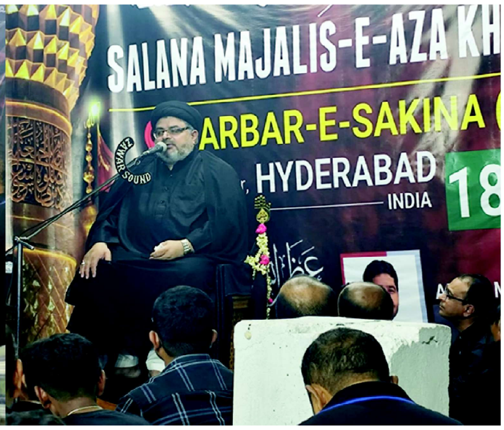

سالانہ مجلس عزا خمسہ بنا کردہ ڈاکٹر ایم ایم رضا دربارِ سکینہؑ دارالشفا میں تیسری مجلس عزا سے مولانا سید لقمان حسین موسوی صاحب قبلہ نے خطاب کیا ڈاکٹر ایم ایم رضا نوحہ خوانی کرتے ہوئے۔

سالانہ مجلس عزا خمسہ بنا کردہ ڈاکٹر ایم ایم رضا دربارِ سکینہؑ دارالشفا میں پانچویں اور آخری مجلس سے مولانا میر قائم عباس صاحب قبلہ خطاب کرتے ہوئے ۔مجلس عزا میں مولانا سید ضیا حسین جعفری صاحب قبلہ، میر عنایت علی باقری سابقہ چیئرمین سٹ ون، ڈاکٹر روشن عباس، ڈاکٹر ایم ایم رضا، اور دیگر معزز نے شخصیات نے شرکت کی۔

Hezbollah is Part of Lebanon's State

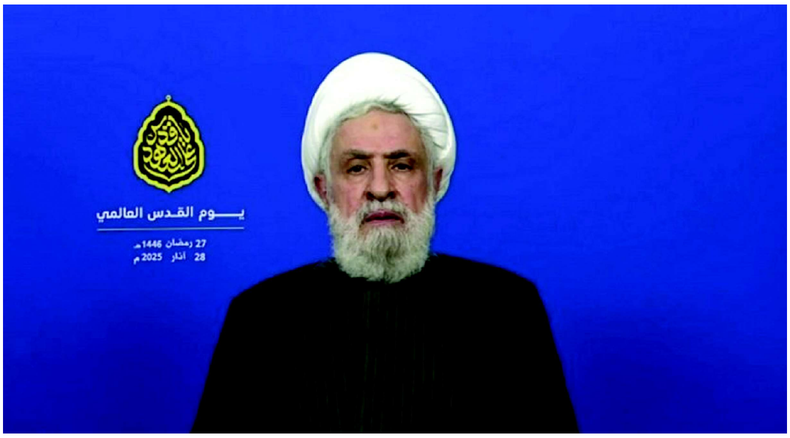

During a memorial ceremony in tribute of senior commander in Iran's Islamic Revolutionary Guard Corps (IRGC) Brigadier General Mohammad Saeed Izadi, Sheikh Qassem maintained that the ceasefire agreement is an indirect agreement highlighting close cooperation between the Resistance and the state.

"Hezbollah has fully committed to the ceasefire terms, and no violations were reported against the enemy or in cooperation with the state. 'Israel' violated the agreement thousands of times".

According to Sheikh Qassem, the Israeli enemy regretted the agreement, seeing that it empowered Hezbollah to maintain its strength in Lebanon, "and therefore did not abide by it".

Sheikh Qassem affirmed that teh United States has imposed terms to strip Lebanon, the Resistance, and the entire people of their strength and capabilities, entirely benefiting 'Israel'.

"Barrack demanded disarmament within 30 days, including even hand grenades and mortar shells—basic weapons. He demanded dismantling 50% of the capabilities within a month, but they do not know the extent of our capabilities to determine what 50% means. Barrack said that after these measures, 'Israel' would withdraw from the five points."

America wanted, in its proposal, to strip Lebanon of its military capability represented by the Resistance and to prevent the army from acquiring weapons that could affect 'Israel', Sheikh Qassem added.

Sheikh Qassem affirmed that Hezbollah rejects any new agreement, saying "They must implement the old agreement, and we reject any timetable proposed for implementation under the umbrella of 'Israeli' aggression".

"We refuse to be slaves to anyone. To those who talk to us about concessions because of funding cuts, we ask: What funding do you mean?"

Hezbollah Chief noted that the Zionist enemy's interest does not lie in escalating the aggression on Lebanon because the "Resistance will defend, the army will defend, the people will defend, and rockets will fall inside the entity, collapsing the security they have built over eight months within one hour".

If we relinquish our weapons, aggression will not stop—this is confirmed by 'Israeli' officials, Sheikh Qassem added.

"The government statement talks about fortifying sovereignty—so is abandoning weapons based on Israel's, America's, and some Arab countries' prescriptions fortifying sovereignty? The government statement talks about deterring aggressors, but where is the state that shields Lebanon from calamity? Where is the defense of borders and frontiers? If you say you cannot, then let us preserve and build our capabilities".

Sheikh Qassem recalled that the Prime Minister boasts about the government's commitment to take all measures to liberate all territories from 'Israeli' occupation, asking: "But where are these measures?"

"The state must provide protection, not strip its people and resistance of their strength; it should benefit from it rather than disarm in favor of 'Israel', America, and an Arab country".

We must bring a proposal to the [Lebanese] Cabinet to face aggression, preserve sovereignty, set a timetable to achieve this, discuss how to involve everyone in Lebanon's defense, and increase pressure on the enemy, Sheikh Qassem said.

"The Resistance is part of the Taif Agreement constitution and explicitly mentioned; it is a constitutional matter. Let us discuss a national security strategy that strengthens Lebanon, not a timetable to disarm.

The criminal US opposed to Iranian nation's religion and knowledge

During the ceremony, Imam Khamenei, the Leader of the Islamic Revolution, described the recent imposed war as a manifestation of the will and strength of the Islamic Republic and a striking display of the extraordinary solidity of its foundations. Emphasizing that the main reason behind the enemies' hostility is their opposition to the Iranian nation's faith, knowledge, and unity, he stated: "The Iranian nation, by God's grace, will neither abandon strengthening its religious faith, nor expanding its diverse fields of knowledge, and much to the enemy's dismay, will succeed in elevating Iran to the peak of progress and the pinnacle of honor."

Expressing his condolences once again to the families of the fallen commanders, scientists, and beloved people martyred in the recent war, Imam Khamenei stated: "What happened for the Islamic Republic during these 12 days – in addition to the great honors achieved by the Iranian nation, which even people throughout the world are acknowledging today – was that the people of Iran showed their power, their determination and resolve, their steadfastness, and their ability to the world. They now saw the power of the Islamic Republic from up close."

He also considered the clear manifestation of the Islamic Republic's unparalleled strength as one of the key outcomes of the recent imposed war, adding: "These events weren't something that hadn't been experienced by the Islamic Republic before. For more than 45 years, in addition to the 8-year Imposed War, there have been seditions, inciting weak-willed individuals against the nation, and various other plots; military, political, security-related plots, as well as coups and other similar actions. The Islamic Republic has overcome all of these."

Imam Khamenei emphasized that the Islamic Republic is built upon two fundamental pillars: faith and knowledge. He stated: "The people's religiosity and the knowledge of our youth have been able to force the enemy to retreat in many different fields, and this will continue to be the same in the future." He identified the root cause of Global Arrogance's hostility — led by the criminal US — toward the Islamic Republic as the Iranian nation's faith, knowledge, and unity under the banner of the Quran and Islam, stating: "All their talk about nuclear issues, [uranium] enrichment, human rights, and such things are nothing but excuses. What upsets them is the fact that the Islamic Republic is able to produce new ideas in the various fields of science and knowledge – be it in the humanities, technical sciences, or religious sciences."

Reaffirming that the Iranian nation will never forsake its faith or knowledge, Imam Khamenei added: "We will take great strides in strengthening our religious faith and in expanding and deepening our diverse and wide-ranging fields of knowledge. And much to the enemy's dismay, we will, by God's grace, succeed in elevating Iran to the peak of progress and the pinnacle of honor."

The ceremony also featured Qur'anic recitations by several reciters, and Hujjat al-Islam Rafiei delivered remarks referencing Sermon 182 of Nahj al-Balagha, drawing parallels between the qualities of the martyrs of the Battle of Siffin and those martyred in the recent imposed war.

Reaffirming that the Iranian nation will never forsake its faith or knowledge, Imam Khamenei added: “We will take great strides in strengthening our religious faith and in expanding and deepening our diverse and wide-ranging fields of knowledge. And much to the enemy’s dismay, we will, by God's grace, succeed in elevating Iran to the peak of progress and the pinnacle of honor".

The ceremony also featured Qur’anic recitations by several reciters, and Hujjat al-Islam Rafiei delivered remarks referencing Sermon 182 of Nahj al-Balagha, drawing parallels between the qualities of the martyrs of the Battle of Siffin and those martyred in the recent imposed war.

A standard-bearer marched to fetch water and never returned. The same devotion courses through the veins of Palestinians today, who carry their resistance with extraordinary courage.

The cry of Hussain (AS), “Is there anyone to help me?”, was not an appeal to Yazid’s army. It was a timeless call to the conscience of humanity. And every year, when millions march from Najaf to Karbala on Arbaeen, they respond: Labbaik ya Hussain — "Here I am, O Hussain!

"Those who carry Hussain’s (AS) torch never surrender to deceit and falsehood. They speak truth to power, no matter how deaf the ears or how violent the response.

Today, Palestinians mirror that same sacred refusal. They refuse to bow to occupation, to dispossession, to humiliation. That is why Muharram is not merely a month of mourning—it is an anthem of solidarity with every oppressed soul across the world.

As Dr. Ali Shariati reminds us, human history is the “manifestation of the eternal

conflict between the poles of God and Satan,” a struggle in which only the names and faces change. Today, history records Hussain’s (AS) triumph and Yazid’s humiliation.Dr. Shariati further says that every revolution has two visages: blood and the message. Hussain (AS) and his companions gave their blood; Zainab (SA), the “Savior of Karbala,” carried the message. And so must we.

This is the mission of Azadari (mourning) — to name and shame the Yazids of our time, expose their tyranny, and stand by the oppressed with unwavering resolve and courage. Not merely with words, but with action, conviction, and conscience.

The tradition of Azadari itself began with the captives of Karbala — Sayyeda Zainab (SA), Umme Kulsoom (SA), and Imam Zainul Abideen (AS). Their elegies and sermons shook the very foundations of Yazid’s mighty empire. The spoken and written word became weapons against the oppressor.When Yazid was informed of gatherings in Medina mourning Karbala, he panicked and re-arrested Imam Zainul Abideen (AS), fearing rebellion. Yet the spirit of defiance had already taken root. Azadari soon spread — from Baghdad to Kufa, from Iran to India.Imam Zainul Abideen (AS) institutionalized the institution of Azadari. Poets were invited to keep the memory of the martyrs alive, one of them the legendary Farazdaq, who was even arrested by Caliph Hisham's forces.

Imam Mohammad Baqir (AS) and Imam Jafar Sadiq (AS) gave further impetus to Azadari during their time. They deepened the understanding of Karbala’s philosophy among people. Imam Musa Kazim (AS) encouraged poets to write in their native tongues, broadening the reach.

Fourteen centuries later, just as Yazid couldn’t suppress the cry of Karbala, the Yazids of today also cannot silence the truth.

From Karbala to Gaza

By Syed Zafar Mehdi

It is that time of the year again when voices of truth and justice, transcending lines of ethnicity, sect, and ideology, rise in unison to honor the ‘Master of Martyrs’, who redefined resistance and moral courage on the desert plains of Karbala fourteen centuries ago.

Imam Hussein’s (AS) uprising in 61 Hijri (680 AD) against the tyrannical rule of Yazid remains unparalleled in human history and continues to inspire and drive the campaigners of truth and justice worldwide.

Hussein ibn Ali (AS), the beloved grandson of Prophet Mohammad (PBUH), did not fight for power, position, or privilege. He stood at the intersection of truth and falsehood, justice and tyranny, dignity and disgrace, and decided to stand on the right side of history.

As Iqbal Lahori famously wrote, “Hussein (AS) watered the dry garden of freedom with the surging wave of his blood, uprooted the despotism, and awakened the slumbering Muslim nation.”

The Battle of Karbala was not a struggle for power. It was a confrontation between blood and sword. Hussein (AS), with 71 loyal companions, stood against an army of 30,000. The choice was clear, and the objective was based on divine principles.

When summoned by Medina’s governor Waleed ibn Uqbah to pledge allegiance to Yazid, Hussain (AS) responded with a declaration that still echoes in the corridors of time: “A man like me cannot pledge allegiance to a man like him.”

Every year, in the month of Muharram, the faithful reaffirm their pledge to the eternal principles that Hussain (AS) demonstrated through action in Karbala. These annual commemorations are not grief-centric rituals but a powerful act of resistance, a rekindling of the resolve to speak truth to power, just as Hussein (AS) did with his blood in Karbala, and his sister, Zeinab bint Ali (SA), did with her words in the aftermath of Karbala.

The message of Karbala remains timeless. In Ziyarat Ashura, believers beseech: “O Allah, grant us the honor to rise for justice...” It's a pledge to carry forward the mission of Karbala wherever injustice reigns.

It may not be hyperbole to suggest that Gaza is today's Karbala. The uprising of Hussein (AS) against the corrupt and despotic Umayyad regime is not just a chapter from the past, it is a mirror held up to the present.

That often-quoted phrase “Every day is Ashura and every land is Karbala” may sound clichéd, but its subtext is piercingly relevant. It reminds us that the struggle between right and might is not bound by time or geography. Yesterday it was Karbala. Today it is Gaza.

The horrors unleashed upon people in the besieged Gaza Strip since October 2023 echo the cries of the oppressed that once rose from the plains of Karbala. Terror and tyranny wear many faces and fly many flags, but their nature remains unchanged. It is our duty to recognize the Yazid of our time, and respond as Hussain (AS) taught us.

رہبر معظم نے آیت اللہ مہدی مہدوی پور کو پورے افریقہ کے لیے نمائندہ مقرر کیا

تہران۔رہبر معظم انقلاب اسلامی حضرت آیت اللہ العظمیٰ سید علی خامنہ ای نے حجۃ الاسلام شیخ مہدی مہدوی پور کو پورے براعظم افریقہ میں اپنا نمائندہ مقرر کیا ہے۔شیخ مہدی مہدوی پور اس سے قبل ہندوستان جیسے عظیم ملک میں تقریبا 15 برس تک اسلامی خدمات انجام دیتے رہے، جہاں انہوں نے اسلام،مسلمانوں اور پیروانِ اہل بیت کے درمیان علمی،فکری اور سماجی میدانوں میں گراں قدر کردار ادا کیا۔اب افریقہ میں رہبر معظم کے نمائندہ کی حیثیت سے ان کی تقرری کو مسلمانوں اور پیروانِ اہل بیت کے لیے ایک نئے باب کی حیثیت سے دیکھا جارہا ہے، جہاں وہ اسلام اور اخوتِ اسلامی کے فروغ کے ساتھ ساتھ دینی و تعلیمی میدانوں میں خدمات انجام دیں گے۔

سید اکبر علی عابدی کا انتقال پر ملال

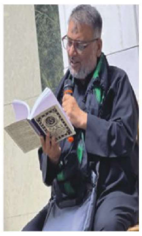

جناب سید اکبر علی عابدی ابن سید حیدر علی عابدی) سابق صدر گروہِ سجادیہ قدیم(وقافلہ سالار کاروان نورِایمان (کویت) کربلا اربعین سے واپس کویت جاتے ہوئے عراق۔کویت ہائی وے پر رونما ایک سڑک حادثہ میں دیگر 4 افراد کے ہمراہ جاں بحق ہوئے۔مرحوم سید اکبر علی عابدی نیک اور ہمدرد انسان تھے آپ کا تعلق حیدرآباد سے تھا آپ کئی برسوں سے کویت میں مقیم تھے۔اس المناک خبر پر کویت میں مقیم مومنین میں غم واندوہ کی لہر دوڑ گئی۔جناب سید جعفر حسین ایڈیٹر روزنامہ صدائے حسینی نے جناب سید اکبر علی عابدی کے انتقال پر رنج وغم کا اظہار کیا اور مرحوم کے اہلِ خانہ کی خدمت میں تعزیت وتسلیت پیش کی اور پسماندگان کو کربلا والوں کے صدقے میں صبر جمیل عطا فرمانے کی بارگاہ خداوندی میں دعا کی۔

آیت اللہ رمضانی سربراہ مجمع جہانی اہل بیتؑ کے ہمراہ حجۃ السلام مولانا سید تقی رضا عابدی (تقی آغا)صاحب اور مولانا مناظر حسین مشہدی کے فرزند دیکھے جاسکتے ہیں۔

الاوہ بی بی دبیر پورہ میں حجۃ السلام مولانا سید ضیاء حسین جعفری صاحب قبلہ بیان کرتے ہوئے۔

ویل کیئر انڈیا سوشل ویلفیئر فاؤنڈیشن (WELCARE INDIA SOCIAL WELFARE FOUNDATION) کے زیرِ اہتمام 'آزادی کا اتسو، سیوا اور سنکلپ سماروہ' کے عنوان سے خدمت،عزم اور قومی جذبے کے جشن، ایوارڈ تقسیم وتہنیتی تقریب کا انعقاد۔اس موقع پر جناب سید جعفر حسین (ایڈیٹر، روزنامہ صدائے حسینی) کو انکی صحافتی اور سماجی خدمات پر ایوارڈ دیا گیا۔باقر علی (نیشنل رپورٹر روزنامہ صدائے حسینی) کو ان کی فلاحی خدمات پر خصوصی ایوارڈ دیا گیا۔

The divine radiance of Bonalu is shining brightly, spreading spiritual splendor across Bhagyanagar.
Ashada Masam
BONALA JATARA
Date : 26.06.2025 to 24.07.2025
GOVERNMENT OF TELANGANA
TELANGANA RISING 2047
Issued By: Special Commissioner, Department of Information & Public Relations, Government of Telangana.